سرجال کی روح

اشتیاق احمد

اشتیاق احمد

کے سنسنی خیز، ہنگامہ آرا، مزاح اور جاسوسی سے بھرپور ناول

اس ماہ کے ناول

نمبر	نام	سیریز	قیمت
574	کیسی وارداتیں	انسپکٹر جمشید سیریز	10 روپے
575	چوریاں	انسپکٹر جمشید سیریز	10 روپے
576	سرجال کی روح	انسپکٹر جمشید سیریز	10 روپے
577	چال	انسپکٹر جمشید سیریز	10 روپے
41	مشینی مخلوق	انسپکٹر جمشید سیریز	10 روپے
42	زلزلے کا فرار	انسپکٹر جمشید سیریز	10 روپے
44	خوف زدہ آدمی	انسپکٹر جمشید سیریز	10 روپے
45	نقلی چہرہ	انسپکٹر جمشید سیریز	10 روپے

آئندہ ماہ کے ناول

نمبر	نام	سیریز	قیمت
32	قیامت کے باغی	خاص نمبر	80 روپے
46	جنگل کا قانون	انسپکٹر جمشید سیریز	10 روپے
47	ہولناک لمحے	انسپکٹر جمشید سیریز	10 روپے
48	آخری خواہش	انسپکٹر جمشید سیریز	10 روپے
49	خونی پہاڑیاں	انسپکٹر جمشید سیریز	10 روپے

اشتیاق پبلی کیشنز

۹/۱۲ نصیر آباد مسلم پورہ ۔ سانده کلاں، لاہور ۔ فون: ۷۲۴۶۳۵۶

برانچ آفس بازار لوہاراں ۔ جھنگ صدر ۔ فون: ۳۲۹۵

محمود، فاروق، فرزانہ

اور — انسپکٹر جمشید سیریز

ناول نمبر ۵۷۶

سرجال کی روح

اشتیاق احمد

حضرت ابنِ عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے، ایک شخص نے ڈکار لی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، اپنے ڈکار کو روک، کیونکہ قیامت کے دن زیادہ بھوکے وہ لوگ ہوں گے جو تم میں سے زیادہ سیر ہو کر کھاتے ہیں دُنیا میں —

سُنن ابنِ ماجہ شریف، جلدسوم
صفحہ نمبر ٣، حدیث نمبر ٢٢٥

ناول پڑھنے سے پہلے یہ دیکھ لیں کہ:

- یہ وقت نماز کا تو نہیں —
- آپ کو سکول کا کوئی کام تو نہیں کرنا —
- کل آپ کا کوئی ٹسٹ یا امتحان تو نہیں —
- آپ نے کسی کو وقت تو نہیں دے رکھا —
- آپ کے ذمے گھر والوں نے کوئی کام تو نہیں لگا رکھا۔

اگر ان باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی ہو تو ناول الماری میں رکھ دیں، پہلے نماز اور دوسرے کاموں سے فارغ ہو لیں، پھر ناول پڑھیں۔ شکریہ!

فقط:

اشتیاق احمد

پانچ سال بعد

"پانچ سال پہلے مرنے والے شخص کو زندہ دیکھا گیا"
ایک اخبار کی اس سُرخی نے محمود کی توجہ اپنی طرف کر لی پھر وُہ خبر پڑھنے لگا — خبر یہ تھی:

سرجال — جو پانچ سال پہلے مر گیا تھا — ہوٹل کاران میں کھانا کھاتے دیکھا گیا — ہوٹل کا مینجر سرجال کا دوست تھا، جب کسی نے اسے یہ بات بتائی تو وُہ اپنے دفتر سے نکل کر ہال میں آیا، لیکن اسے سرجال اس میز پر نظر نہ آیا — کھانے کی پلیٹیں البتّہ صاف ہو چکی تھیں اور بیرے نے مینجر کو بتایا کہ اس میز پر واقعی سرجال موجود تھا — کیونکہ وُہ پانچ سال پہلے بھی ہوٹل میں مُلازم تھا — اور سرجال کو مینجر کے دوست کی حیثیت سے اچھی طرح جانتا تھا — لیکن بیرا یہ نہ بتا سکا کہ وُہ اچانک غائب

کس طرح ہو گیا ـ کچھ لوگ یہ کہتے سُنے گئے ہیں کہ
وُہ سرجال نہیں ـ سرجال کی رُوح تھی ـ

"یہ اخبار والے بھی کیسی کیسی چھوڑتے ہیں۔" محمود نے خبر
پڑھ کر بُرا سا منہ بنایا۔

"کیا ہوا؟" فارُوق چونکا ـ وُہ دُوسرے اخبار میں گم تھا۔

"خبر پڑھی ہے میں نے ـ ہوا کچھ نہیں۔" محمود نے اسے
گھورتے ہوئے کہا۔

"مجھے کیوں گھور رہے ہو ـ اخبار والوں کو وُہ خبر میں
نے ہرگز نہیں بھیجی تھی۔" فاروق نے جواب میں اسے
بھی گھورا ـ

"تم دونوں کو سوائے لڑنے کے اور بھی کچھ آتا ہے؟" فرزانہ
نے جھلّا کر کہا۔

"کیا کام لینا چاہتی ہو ہم سے ـ ابھی کر کے دکھا دیتے
ہیں اور پھر تم اپنا یہ خیال واپس لینے پر مجبور ہو جاؤ گی ـ
کہ ہمیں کوئی اور کام آتا ہے یا نہیں۔" فاروق بولا۔

"حد ہو گئی۔" فرزانہ جھلّا اُٹھی۔

"ابھی اور ہو گی۔" محمود نے فوراً کہا۔

"کیا ہو گی ابھی اور؟" فاروق بے خیالی کے عالم میں بولا۔

"حد ـ اور کیا۔"

"ویسے یار ـ کیوں نہ ہم ہوٹل کاران چلیں۔" محمود نے
سرسری انداز میں کہا۔

"ہوٹل کاران ـ وہاں کیا بات ہے؟" فرزانہ چونکی۔

"پہلے یہ خبر پڑھ لو۔" محمود نے اخبار آگے کر دیا۔

انھوں نے خبر پڑھی ـ ایک دوسرے کی طرف دیکھا،
پھر فرزانہ نے کہا:

"مجھے اس خبر میں کوئی چکر تو لگتا ہے۔"

"لگتا ہے نا ـ اسی لیے میں ہوٹل کاران جانا چاہتا ہوں۔"

"جب کہ مجھے اس میں کوئی چکر نہیں لگتا ـ اس لیے کہ
رُوحیں کھانا نہیں کھاتیں۔" فارُوق مسکرایا۔

"بالکل ٹھیک ـ ہمیں اس بات سے سو فیصد اتفاق ہے،
تب پھر ـ وُہ یا تو اس کا کوئی ہم شکل ہو گا ـ یا اس کے
میک اپ میں آیا ہو گا ـ سوال یہ ہے کہ کیوں ـ اور
غائب کیوں ہو گا ـ یہ دوسرا سوال ہے۔"

"اس معاملے میں کوئی چکر ضرور ہے ـ لہٰذا تیل
دیکھنے اور تیل کی دھار دیکھنے کے لیے اس ہوٹل ضرور جائیں
گے۔" محمود نے پُرجوش انداز میں کہا۔

"جاؤ بھئی ـ تمھیں روک کون رہا ہے۔" فاروق نے اس
طرح ہاتھ ہلایا جیسے مکھی اڑائی ہو۔

"ہائیں — تو تم میرا ساتھ نہیں دو گے؟"

"وقت ضائع کرنے سے کیا فائدہ۔" اس نے منہ بنایا۔

"بھئی وقت ہی وقت رہے گا — آج ہم یوں بھی فارغ ہیں۔"

"اچھا — تم کہتے ہو تو چلتا ہوں — لیکن اس بات میں کوئی چکر نہیں ہوگا۔"

"چلو خیر — ہم اپنے گھر آ جائیں گے — ہمارا کیا نقصان ہو گا۔"

"او کے۔" فاروق بولا۔

تینوں اُٹھ کھڑے ہوئے اور باورچی خانے کے دروازے پر آئے:

"ہم ذرا ہوٹل کاران تک جا رہے ہیں — ابا جان آئیں تو آپ بتا دیجیے گا — ایک خبر کی بنیاد پر ہم وہاں جا رہے ہیں — اخبار میز پر ہی پڑا ہے۔"

"اور ناشتا — جو تیار کر چکی ہوں۔"

"وہ آپ اور ابا جان کر لیں — انھیں آج صبح صبح ناشتے سے پہلے ہی دفتر جانا پڑ گیا — اگرچہ چھٹی کا دن ہے — اللہ اپنا رحم کرے — کہیں وہ بھی واپسی پر کوئی کیس نہ لیتے آئیں — ہم تو جا ہی رہے ہیں — کیس مول لینے — ویسے اسی کو کہتے ہیں — آ بیل مجھے مار۔" فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

"گویا ناشتا تم ہوٹل میں کرو گے۔"

"جی ہاں! مجبوری ہے۔"

"کوئی ایسی مجبوری نہیں — ناشتا کر کے وہاں چلے جاؤ۔"

"پھر وہاں بیٹھ کر کیا کریں گے — دوسرے سوچیں گے — ہم لوگوں کے منہ دیکھنے کے لیے آئے ہیں شاید۔"

"خیر — چلے جاؤ — لیکن ایک بات کہے دیتی ہوں۔" انھوں نے کہا۔

"ایک کیوں — آپ کئی کہہ سکتی ہیں۔" محمود نے فوراً کہا۔

"ہوٹل کا ناشتا اتنا مزے دار نہیں ہو گا — جتنا کہ گھر کا۔"

"یہ بات تو خیر ہے — لیکن امی جان — ہم وہاں ناشتا کرنے تو جا ہی نہیں رہے۔"

"ہاں! یہ بھی ہے — اچھا جاؤ — تم بھی کیا یاد کرو گے — کس رئیس سے پالا پڑا تھا۔" وہ مسکرائیں۔

"وہ تو ہے۔" محمود نے ہنس کر کہا۔

اور تینوں باہر نکل آئے — اپنی کار میں بیٹھے اور ہوٹل کاران پہنچ گئے — لوگ اندر ناشتا کر رہے تھے — ہال کھچا کھچ بھرا تھا اور صرف ایک میز خالی تھی — کچھ لوگ ایک طرف اس انتظار میں کھڑے تھے کہ لوگ فارغ ہوں اور وہ ان میزوں پر بیٹھیں —

"لیکن وُہ میز کیوں خالی پڑی ہے؟" فاروق بولا۔

"شاید کسی کے لیے بُک ہو گی۔" محمود بڑبڑایا۔

"ایک منٹ۔" فاروق نے کہا اور ایک بیرے کی طرف بڑھا:

"کیوں بھئی۔ یہ میز بُک ہے کسی کے لیے؟"

"نہیں صاحب۔ ایسی تو کوئی بات نہیں۔"

"تو پھر کیسی بات ہے؟"

"بس۔ لوگ اس میز سے ڈرتے ہیں۔"

"ہائیں۔ اب لوگ میزوں سے بھی ڈرنے لگے۔" فاروق کے لہجے میں حیرت تھی۔

"میزوں سے نہیں۔ صرف اس میز سے۔"

"اوہ اچھا۔ اس خبر کی وجہ سے۔ تو یہ وہ میز ہے۔ جس پر مسٹر سرجال کو بیٹھے دیکھا گیا ہے۔"

"سرجال صاحب کو نہیں۔ سرجال صاحب کی رُوح کو۔" بیرے نے کہا۔

"لیکن رُوحیں کھانا نہیں کھاتیں۔ آؤ بھئی۔" فاروق نے کہا۔

"کیا مطلب۔ کیا آپ اس میز پر بیٹھیں گے؟"

"کیوں! کیا آپ نے پابندی لگا دی ہے اس میز پر بیٹھنے پر۔"

"جی نہیں۔ ایسی تو کوئی بات نہیں۔"

"تو پھر، ہمیں بیٹھنے دیں۔" اس نے کہا۔

اور پھر تینوں اس میز کی طرف بڑھ گئے۔ جونہی وہ اس کے گرد بیٹھے۔ ہال میں موجود لوگ انھیں گھورنے لگے۔ دیوار کے ساتھ جو لوگ کھڑے تھے، وہ بھی حیرت زدہ انداز میں ان کی طرف دیکھنے لگے۔ ایک بیرا ان کی طرف بڑھا اور قریب آ کر بولا:

"سر۔ آپ اس میز پر بیٹھیں گے؟"

"ہاں! آپ ناشتا لائیں۔" محمود نے منہ بنایا۔

"گویا آپ جانتے ہیں اس میز کے بارے میں۔"

"صرف اتنی سی بات ہے نا کہ اس میز پر سرجال بیٹھا نظر آیا تھا، اس نے یہاں کھانا بھی کھایا، جب کہ پانچ سال پہلے وُہ مر گیا تھا۔"

"ہاں جناب، لیکن اس میز پر مسٹر سرجال نہیں۔ ان کی رُوح آئی تھی۔ اس کے علاوہ بھی ایک بات ہے۔"

"وہ۔ ایک بات کیا ہے؟"

"اپنی زندگی میں بھی مسٹر سرجال صرف اور صرف اسی میز پر بیٹھا کرتے تھے۔"

"اوہو اچھا۔ کیا یہ میز ان کے لیے مخصوص تھی۔ مطلب یہ کہ اس پر ان کے علاوہ کوئی اور نہیں بیٹھ سکتا تھا۔"

" جی ہاں ! دوست ہونے کے ناطے مینیجر صاحب نے یہ میز ان کے نام کر دی تھی۔"

" اس کا مطلب ہے۔ دونوں میں بہت گہری دوستی تھی۔"

" کوئی ایسی ویسی۔ ان کی دوستی کی تو مثالیں دی جاتی تھیں۔" بیرے نے کہا۔

" اچھا۔ کمال ہے۔ لیکن مسٹر سرجال کی موت کیسے واقع ہوئی؟"

" ان کی موت اچانک واقع ہوئی تھی۔ بس ایک دن یہ خبر ملی کہ سرجال صاحب مر گئے ہیں۔ خبر سنتے ہی مینیجر صاحب ان کے گھر گئے۔ ان کے جنازے میں شرکت کی اور واپس آ گئے۔ ہم نے انھیں اس دن بہت غمگین دیکھا۔ انھوں نے بتایا تھا کہ سرجال صاحب کو دل کا دورہ پڑا تھا۔ بس اس دن کے بعد ہم نے کل سرجال صاحب کو دیکھا، لیکن بعد میں پتا چلا، وہ ان کا بھوت تھا یا رُوح تھی۔"

" ہوں ! یہ سرجال صاحب کرتے کیا تھے؟"

" شکاری تھے۔ بڑے چھوٹے جانور پکڑتے تھے اور چڑیا گھروں کو فروخت کر دیتے تھے۔ زیادہ دولت مند نہیں تھے، لیکن مطمئن تھے اپنی زندگی سے۔"

" ان کے بیوی بچے تو ہوں گے؟"

" ہاں ! ایک بیوی اور تین بچے ہیں۔ جس وقت وہ فوت

ہوئے، اس وقت بچے بہت چھوٹے تھے۔ اب چھوٹا بچہ چھے سال کا ہے۔ بڑے آٹھ اور دس سال کے ہیں۔"

" ان کی گزر اوقات کیسے ہوتی ہے؟"

" مینیجر صاحب دوستی اب تک نبھا رہے ہیں۔ ہر ماہ دو ہزار روپے انھیں دیتے ہیں۔ بچے تعلیم حاصل کر رہے ہیں، جب تک وہ اپنے پیروں پر کھڑے نہیں ہو جاتے، اس وقت تک ان کا ارادہ دو ہزار روپے ماہوار دیتے رہنے کا ہے۔"

" ہوں ! آپ کے مینیجر صاحب کا نام کیا ہے؟"

" ہاران۔" اس نے کہا۔

" ہاران۔" فاروق بولا، پھر کچھ سوچتے ہوئے کہا:

" ہاران۔ یہ نام تو جانا پہچانا سا لگتا ہے۔ اوہ ہاں! ہوٹل کا نام کاران ہے۔ اسی مناسبت سے ہاران جانا پہچانا لگا۔ لیکن یہ کیسے نام ہیں۔ سرجال۔ ہاران۔ کاران۔"

" یہ لوگ یہودی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ماننے والے۔"

" اوہ اچھا، پھر تو ٹھیک ہے۔"

" لیکن یہاں جو کھانے تیار ہوتے ہیں؟" محمود نے گھبرا کر کہا۔

" وہ ٹھیک ہوتے ہیں۔ اسلامی اصولوں کے مطابق تیار کیے جاتے ہیں۔"

" ہوں، تب تو ٹھیک ہے۔ ہم تو گھبرا ہی گئے تھے۔

مسٹر سرجال بھی یہودی تھے؟"

"ہاں بالکل۔"

"وہ کل کس وقت نظر آئے تھے؟"

"صبح ناشتے کے وقت۔"

"مسٹر سرجال کے گھر کا پتا بتا سکتے ہیں آپ؟"

"ہاں ضرور — کیوں نہیں — وہ ۳۲، ریواز ٹاؤن میں رہتے تھے۔"

"گویا اب وہاں نہیں رہتے؟"

"اب ان کے بیوی بچے وہاں رہتے ہیں۔" وہ مسکرایا۔

"اوہ ہاں! آپ کا جملہ ٹھیک تھا۔"

عین اس وقت انھوں نے ہال میں موجود لوگوں کے چہروں پر خوف کے آثار دیکھے — انھوں نے جلدی سے دروازے کی طرف دیکھا — کئی آدمی سرسراتی آواز میں بولے:

"سرجال!"

رُوح

انھوں نے دیکھا، ایک لمبے قد کا آدمی بالکل عام انسانوں کی طرح چلا آ رہا تھا — اس میں انھیں رُوحوں والی ایک بات بھی نظر نہ آئی — لیکن پھر وہ ٹھٹک کر رک گیا، کیونکہ اس کا رُخ ان کی میز کی طرف تھا اور شاید اسے یہ اُمید تھی کہ میز خالی ہوگی۔

اس نے انھیں گھور کر دیکھا — تینوں کو بے چینی سی محسوس ہوئی:

"اس میں کوئی بات ہے ضرور۔" فرزانہ بڑبڑائی۔

"میرا خیال ہے — ہمیں اس میز سے فوراً اُٹھ جانا چاہیے۔" فاروق نے گھبرا کر کہا۔

"بس — ڈر گئے۔" محمود مسکرایا۔

"نہیں — لیکن بلا وجہ کوئی خطرہ کیوں مول لیا جائے۔"

"بھئی اس کے مرنے کے بعد اب اس کا اس میز پر کوئی

حق نہیں رہ گیا۔" محمود مسکرایا۔

"لیکن ۔ یہ ۔ تم ۔ مرا کب ہے ۔ زندہ سلامت تو چلا آ رہا ہے۔" فرزانہ بولی۔

"ارے باپ رے ۔ یہ تو سیدھا اس طرف ہی چلا آ رہا ہے۔"

"اب اسے آنے دو ۔ دیکھا جائے گا۔"

اور پھر سرجال ان کے نزدیک آ کر رک گیا ۔ سب کی نظریں اس پر جمی تھیں ۔ ایسے میں ہال میں ایک آواز ابھری:

"خبردار بہروپیے ۔ تم میرے نشانے کی زد پر ہو۔"

سب آواز کی طرف مڑے ۔ چالیس پینتالیس سال کی عمر کے ایک آدمی کے ہاتھ میں پستول نظر آیا ۔ سرجال نے بھی گھوم کر اس کی طرف دیکھا اور پھر اس کے قدم اس کی طرف اٹھنے لگے:

"کیا یہ ہوٹل کے مینجر صاحب ہیں؟" محمود نے پاس کھڑے بیرے سے پوچھا۔

"ہاں جناب، یہ مسٹر ہاران ہیں ۔ یہی ہوٹل کے مالک بھی ہیں۔"

"بہت خوب! لیکن انھوں نے مسٹر سرجال کو بہروپیہ

کیوں کہا؟

"اس لیے کہ مسٹر سرجال مر چکے ہیں اور مرنے کے بعد آج تک کوئی زندہ نہیں ہو سکا۔"

"تو ہو سکتا ہے ۔ یہ اس کا کوئی ہم شکل ہو۔" محمود بولا۔

"ہاں! ہو سکتا ہے ۔ لیکن یہ حضرت سیدھے اس میز کی طرف کیوں گئے ۔ جس پر سرجال صاحب بیٹھتے تھے۔"

"ہو سکتا ہے ۔ یہ ایک اتفاق ہو۔" بیرا بولا ۔ پھر وہ سرجال کی طرف دیکھنے لگا ۔ سبھی اس کی طرف اور ہاران کی طرف دیکھ رہے تھے ۔ ہاں پہلے جب وہ ان کی میز کی طرف بڑھ رہا تھا ۔ اس وقت سب لوگ ان کی طرف بھی دیکھ رہے تھے ۔ اب ان کی طرف کوئی متوجہ نہیں تھا۔

یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اسے پستول کا ذرا بھی خوف نہ ہو ۔ یا جیسے اس نے پستول کو دیکھا ہی نہ ہو:

"خبردار! میں تمھیں گولی مار دوں گا۔"

سرجال نے منہ سے اب بھی کچھ نہ کہا ۔ ہاران کے چہرے پر خوف دوڑ گیا ۔ اس نے ٹریگر دبانے کی کوشش کی، ایک لمحے کے لیے اس کا ہاتھ کانپا ۔ لیکن پھر ٹریگر دب گیا ۔ گولی چلنے کی آواز گونجی ۔ لیکن انھوں نے سرجال کو گرتے

نہ دیکھا، وہ اسی طرح کھڑا تھا۔ بلکہ آگے بڑھ رہا تھا۔

اب تو ہاران کے پسینے چھوٹ گئے، پھر وہ تڑ سے گرا اور ساکت ہو گیا۔ سرجال اس کے نزدیک پہنچ کر اس پر جھکا۔ اس نے اس کا پستول اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ سیدھا ہوا اور باہر کی طرف جانے لگا۔ واپس جاتے ہوئے اس نے اس میز کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔

کسی نے اسے روکنے کی کوشش نہیں کی۔ سب دم بخود بیٹھے تھے۔ لیکن ایسے میں ایک آواز ابھری:

"ایک منٹ جناب! آپ اس طرح نہیں جا سکتے۔"

اس آواز کو سن کر اس کے جسم کو ایک جھٹکا سا لگا۔ وہ چونک کر مڑا۔ سوالیہ نظروں سے چاروں طرف دیکھا، جیسے پوچھ رہا ہو:

"یہ کون بولا تھا؟"

"میں بولا تھا۔" محمود اٹھتے ہوئے بولا، پھر اس کی طرف بڑھنے لگا۔

"مم۔ محمود۔" فاروق کانپ گیا۔

محمود نے جیسے سنا ہی نہیں۔ بدستور اس کی طرف بڑھتا رہا۔ ایسے میں سرجال کا پستول والا ہاتھ اوپر اٹھنے لگا:

"محمود۔ ہوشیار۔ یہ فائر کرے گا۔" فرزانہ پکاری۔

"فکر نہ کرو۔" اس نے کہا۔

"لیکن ہم خطرہ کیوں مول لیں۔" فاروق بولا۔

"ارے تو کیا ہم اسے جانے دیں؟"

"ہاں! اس نے کسی کا کیا بگاڑا ہے۔"

"بے وقوف ہو تم۔ مسٹر ہاران کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے؟"

"ہاں! وہ بے ہوش ہو گئے ہیں۔ لیکن اس نے تو انھیں کچھ نہیں کہا۔ وہ خود ہی گر کر بے ہوش ہو گئے ہیں۔"

"لیکن ہمیں دیکھنا تو چاہیے۔ یہ کون صاحب ہیں۔ اور کیا چاہتے ہیں۔ کل بھی یہ حضرت یہاں آئے تھے اور زبردست خوف و ہراس پھیلا کر چلے گئے۔"

"اچھا جیسے تمھاری مرضی۔ اب تم کہاں مانو گے۔"

محمود اس کی طرف بڑھ رہا تھا اور اس کا پستول والا ہاتھ مشینی انداز میں اٹھ رہا تھا۔ یہاں تک کہ ہاتھ بالکل سیدھا ہو گیا۔ اب ہال میں خوف دوڑ گیا۔ بہت سے لوگ اٹھ کر باہر کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے۔

"چلاؤ پستول۔ رک کیوں گئے ہو۔ میں ہاران نہیں ہوں کہ بے ہوش ہو جاؤں گا۔" محمود نے سرسراتی انداز میں کہا۔

"ہمیں تمھاری آواز بھی کسی روح کی آواز لگ رہی ہے۔"

عین اس وقت ہال میں ایک دھماکا ہوا — اور پورا
ہال دھوئیں سے بھر گیا — ہال میں کہرام مچ گیا — سب اُٹھ
کر باہر کی طرف دوڑے — اس بھگدڑ کی لپیٹ میں محمود
بھی آیا — وہ اگر ایک طرف نہ ہو جاتا — تو کچلا جاتا —
فاروق اور فرزانہ بھی باہر کی طرف دوڑے۔

ہوٹل کا دروازہ کافی چوڑا تھا — اس لیے ہال خالی
ہونے میں دیر نہ لگی — دروازے سے بھی دُھواں نکل رہا
تھا — ایسے میں فاروق چلّایا:

"اوہو — مینیجر ہاران تو اندر ہی رہ گئے — انھیں بھی
تو نکالنا چاہیے۔"

"اوہ ہاں!" کئی آوازیں اُبھریں، لیکن اندر جانے کی کسی
نے ہمت نہ کی — کوئی بیرا بھی نہ ہلا۔

"کم از کم بیرے تو ہمت کریں — آخر وہ مسٹر ہاران کے
ملازم ہیں۔" فاروق نے کہا۔

لیکن کوئی ٹس سے مس نہ ہوا —

"اب ہمیں ہی یہ کام کرنا ہوگا — آؤ فاروق — فرزانہ
تم باہر ٹھہرو۔"

"کیوں — میں موم کی بنی ہوئی ہوں — کہ دھوئیں سے
پگھل جاؤں گی۔" فرزانہ نے جھلّا کر کہا اور اندر کی طرف بڑھی۔

"حد ہو گئی — موم دھوئیں سے پگھلتا ہے۔"

"پپ — پتا نہیں — ان حالات میں ان باتوں پر غور
کون کرے — بعد میں سوچیں گے۔" فاروق جلدی جلدی بولا۔

تینوں اندر داخل ہو گئے — دُھوئیں کی وجہ سے کچھ
نظر نہیں آ رہا تھا — اور دھواں ان کے ہوش بھی اڑائے
دے رہا تھا — سانس لینا مشکل ہونے لگا — لیکن اگر وہ
ہاران کو اندر چھوڑ دیتے تو اس کی موت ضرور واقع ہو جاتی،
لہٰذا وہ اندازے سے دوڑ کر اس جگہ پہنچے، جہاں ہاران گرا
تھا — محمود کے پاؤں اس کے جسم سے ٹکرائے تو وہ بولا:

"یہ پڑے ہیں حضرت — کتنے آرام اور سکون سے لیٹے ہوئے
ہیں — جیسے ایک مدت سے لیٹنے کا موقع نہ ملا ہو۔" محمود نے کہا،
لیکن بولتے ہی وہ بُری طرح کھانسنے لگا — کافی دُھواں
اندر چلا گیا تھا —

آخر تینوں نے مل کر مینیجر کو گھسیٹنا شروع کیا اور اسی حالت
میں اُسے باہر لے آئے —

"فاروق ایمبولینس کے لیے فون کرو۔"

"اچھا — لیکن بھئی — وہ سرجال کی رُوح کہاں گئی؟"

"بھاگ گئی — دھوئیں کا بم اسی نے تو مارا تھا — تاکہ
نکل جائے۔"

"کیوں! نکلنے سے اسے کون روک رہا تھا۔"

"تم آ تو گئے تھے اس کے راستے میں۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے — سرجال کی رُوح اس قدر بُزدل ہو گی۔" فرزانہ بڑبڑائی۔

"تو اب سوچ لو — کس نے منع کیا ہے۔"

اور پھر ایمبولینس وہاں پہنچ گئی — ہاران کو ہسپتال لے جایا گیا —

"اب ہم کیا کریں؟"

"ہاران کو تو ابھی ہوش آنے میں وقت لگے گا — کیوں نہ ہم ذرا سرجال کے گھر والوں سے مل آئیں۔"

"چلو ایسا کر لیتے ہیں۔"

وُہ ۲۳، ریواز ٹاؤن پہنچے — دستک دینے پر ایک لڑکے نے دروازہ کھولا:

"یہ سرجال صاحب کا گھر ہے نا؟"

"ہاں! آپ وہ خبر پڑھ کر آئے ہوں گے — اور بھی کئی لوگ آ چکے ہیں۔" لڑکے نے منہ بنایا۔

"خبر پڑھ کر تو ہم ہوٹل گئے تھے — اور وہاں سرجال صاحب ہماری موجودگی میں آئے تھے۔"

"کیا کہا — تو آپ بھی یہ گپ ہمیں سُنانے آئے ہیں۔"

"یہ گپ نہیں ہے — ہم نے اپنی آنکھوں سے انھیں دیکھا ہے — کل کے اخبارات میں آپ تفصیل پڑھ ہی لیں گے — ہوٹل کے مینجر ہاران کو تو آپ جانتے ہوں گے؟"

"انھیں اور ہم نہ جانیں گے — انھوں نے ہی تو ہمیں سہارا دیا ہے۔"

"ہاں تو — انھوں نے مسٹر سرجال پر پستول تان لیا — لیکن وہ ہاران کی طرف قدم اٹھاتے چلے گئے، یہاں تک کہ مارے خوف کے ہاران بے ہوش ہو گیا — اور پھر سرجال دُھوئیں کا بم مار کر وہاں سے نکل گیا — یہ کہانی آپ شام کے اخبارات میں بھی پڑھ سکیں گے — کہنے کا مطلب یہ کہ یہ سب جھوٹ نہیں ہے — ہاں! ہم یہ نہیں کہتے کہ وہ ضرور آپ کے ابّو کی رُوح ہے — یہ کوئی چکر بھی ہو سکتا ہے — اور دُھوئیں کا بم بھی چکر کی طرف اشارہ کر رہا ہے — ورنہ رُوح کو دُھوئیں کے بم سے کام لینے کی کیا ضرورت تھی — اس کو بھلا کون روک لیتا۔"

"پتا نہیں، آپ کیا کر رہے ہیں۔"

"اگر ہم بیٹھ کر باتیں کر لیں تو آپ کی سمجھ میں ساری بات آ جائے گی اور ہم بھی ذرا آپ سے چند معلومات حاصل کر لیں گے — کیونکہ ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ یہ

چکر کیا ہے؟"

" آپ لوگ یہ کیوں جاننا چاہتے ہیں؟"

" اس لیے کہ ہم محمود، فاروق اور فرزانہ ہیں۔"

" کیا!!!" وہ ایک ساتھ چلائے۔

" جی ہاں! اسی لیے ہم یہ جاننے کے لیے بے چین ہیں ۔ گھر سے نکلے بھی اسی لیے ہیں۔"

" اچھی بات ہے ۔ آئیے۔"

اور وہ ان کے سادہ سے اور چھوٹے سے ڈرائنگ روم میں جا بیٹھے ۔ پہلے تو انھوں نے ہوٹل میں ہونے والا واقعہ تفصیل سے سنایا ۔ یہ بات وہ محسوس کر چکے تھے کہ ان کی والدہ بھی دروازے سے آ لگی ہے ۔ اور یہ کہانی سن رہی ہے ۔ کہانی ختم ہونے پر محمود نے کہا:

" یہ تو تھا وہ واقعہ جو آج پیش آیا ۔ اب آپ لوگ ذرا پانچ سال پہلے کے زمانے میں خود کو لے جائیے ۔ اور ہمیں بتائیے ۔ سرجال صاحب کیا کرتے تھے ۔ ان کے تعلقات ہاران سے کیسے تھے ۔ ان کی موت کیسے ہوئی؟"

" اتنی بہت سی باتیں ہم فوراً کس طرح بتا سکتے ہیں۔"

" میں نے یہ کب کہا کہ فوراً بتائیں ۔ آپ آرام سے بتائیں۔"

" میرا خیال ہے ۔ یہ باتیں آپ کو میں بتاؤں تو بہتر رہے گا۔" دروازے سے آواز آئی۔

" ٹھیک ہے ۔ یہ تو اور بھی اچھی بات ہے۔"

" آپ سے کیا پردہ ۔ آپ تو بچے ہیں ۔ پہلے میں سمجھی تھی، بڑی عمر کے ہوں گے آپ لوگ۔" یہ کہتے ہوئے وہ کمرے میں آ گئی ۔ انھوں نے دیکھا، وہ ایک جواں عورت تھی ۔ زیادہ عمر کی نظر نہیں آتی تھی۔

" اب پوچھیں ۔ آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں۔"

" سرجال صاحب کیا کرتے تھے؟"

" شکاری تھے۔"

" کیا صرف شکار سے وہ اپنی روزی کماتے تھے؟"

" ہاں! ہماری گزر بسر آسانی سے ہو جاتی تھی، بلکہ ہم کچھ بچا بھی لیتے تھے۔"

" کیا انھیں دل کی تکلیف تھی؟"

" انھوں نے کبھی دل کی کسی تکلیف کی شکایت نہیں کی تھی ۔ نہ اس سلسلے میں کبھی کسی ڈاکٹر کو دکھایا تھا ۔ جب کہ وہ اس معاملے میں بہت جلدی کیا کرتے تھے۔" بیگم سرجال نے کہا ۔

"کس معاملے میں؟"

"جب بھی ان کی طبیعت خراب ہوتی — وہ فوراً ڈاکٹر کے پاس چلے جاتے — اس سلسلے میں کبھی کوتاہی نہیں کرتے تھے۔" بیگم سرجال نے کہا۔

"پھر اچانک انجیو ( ) کا دورہ کس طرح پڑ سکتا تھا؟"

"اس پر تو ہم [illegible] کو حیرت ہوئی تھی۔"

"وہ جس ڈاکٹر سے علاج کراتے تھے — کیا اسی ڈاکٹر کو اس موقعے پر بلایا گیا تھا؟"

"نہیں — ایک اور ڈاکٹر آئے تھے — انھیں پہلے فون کیا گیا تھا — وہ ملے نہیں تھے — لہٰذا کسی اور کو بلایا گیا، لیکن اس کے آنے تک وہ مر چکے تھے — ان کی طبیعت اچانک خراب ہوئی تھی۔"

"اس وقت یہاں کون کون موجود تھا؟"

"ان کے تین دوست — انھی کو بلانے کے لیے انھوں نے کہا تھا — سب سے پہلے ہاران کو فون کیا گیا تھا — پھر ایک اور دوست راجا بانی کو فون کیا گیا — اس کے بعد انوار خان کو۔"

"گویا ان کے گہرے دوست بھی تین ہیں۔"

"ہاں! لیکن ان میں بھی سب سے زیادہ گہری دوستی ہاران سے تھی۔"

"اور ان کی موت کے بعد آپ لوگوں کا ساتھ بھی صرف وہی دے رہے ہیں۔" محمود نے مسکرا کر کہا۔

"آپ — آپ کو یہ بات کس نے بتائی؟"

"یہاں آنے سے پہلے بھی ہم نے کچھ معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی تھی — ہوٹل کاران کے ایک بیرے سے یہ بات معلوم ہوئی۔"

"لیکن کیوں — آپ یہ سب کیوں کر رہے ہیں؟"

"سرجال صاحب کی روح اگر نظر نہ آتی تو شاید ہم کبھی بھی کچھ نہ کرتے — اب مجبور ہیں۔"

"ہوں — خیر — آپ کی مجبوری آپ جانیں — یہ ٹھیک ہے — ہاران صاحب ہمارے لیے بہت مہربان ثابت ہوئے ہیں، ورنہ دوست کے مرنے کے بعد کون اتنا خیال کرتا ہے — دو ہزار روپے ماہوار دینا آسان کام نہیں، جب کہ یہ دینا ایک دو ماہ کا یا ایک دو سال کا نہیں، نہ جانے کتنی مدت کا ہے۔"

"ہاں! یہ تو خیر ٹھیک ہے — ان کی موت کی خبر سن کر وہ ڈاکٹر نہیں آئے تھے — جن سے وہ علاج کرایا کرتے تھے۔"

"آئے تھے — ان کی موت پر افسوس کرنے کے ساتھ ساتھ انھوں نے حیرت بھی ظاہر کی تھی کہ — سرجال صاحب

کو تو دل کی تکلیف بالکل بھی نہیں تھی ، لیکن چونکہ اس
بارے میں دُوسرے ڈاکٹر صاحب کو سو فی صد یقین تھا
اور انھوں نے سرٹیفکیٹ لکھ کر دیا تھا — اس لیے وہ
کچھ نہیں کر سکتے تھے۔"
"ہوں ! ان کا نام بتا سکتی ہیں آپ اور پتا بھی۔"
"کیوں نہیں — ہم تو اب بھی ان کے پاس علاج کی غرض
سے جاتے رہتے ہیں — ان کا نام ڈاکٹر عنایت مسیح ہے۔"
"کیا وُہ عیسائی ہیں؟"
"جی ہاں!" اس نے کہا۔
محمود نے نوٹ بک میں ڈاکٹر عنایت مسیح کا نام ، پتا
اور فون نمبر لکھ لیا —
"اور دوسرے ڈاکٹر جو ان کی موت کے وقت آئے؟
ان کا نام اور پتا؟"
"ان کا نام ہے — قاضی جان — ۹۱۵ ڈان روڈ پر رہتے
ہیں — ہسپتال میں بھی مُلازم ہیں۔"
"ان کے دُوسرے دو دوستوں کے پتے بھی اگر لکھوا دیں
تو کیا ہی بات ہے۔"
"وُہ دونوں بھی سرجال کے بہت اچھے دوست تھے —
ان کے پتے اس طرح ہیں — کہ راجا بانی ۱۲۰ لیکن روڈ پر

رہتے ہیں اور انوار خان ، ۲۰ کالی گڑھی۔"
"ان دونوں دوستوں نے اور ہاران نے کیا خیال ظاہر
کیا تھا — سرجال صاحب کی موت پر؟"
"بس صرف حیرت اور افسوس کا اظہار — یہی کہتے رہے
کہ یقین نہیں آ رہا۔ اب تک ان کی موت پر۔" یہ کہتے ہوئے
بیگم سرجال کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔
"اوہو، ہم نے آپ کو رُلا دیا — ہمیں افسوس ہے۔"
"کوئی بات نہیں — میں تو اکثر انھیں یاد کر کے رو پڑتی
ہوں — وہ کتنے اچھے تھے — ہمیں کبھی کسی چیز کی کمی نہیں
محسوس ہونے دیتے تھے۔"
"اچھا شکریہ ! اب ہم چلتے ہیں۔"
"بیٹھیں — میں آپ کے لیے چائے بناتی ہوں۔"
"نہیں نہیں — اس کی ضرورت نہیں۔" محمود نے جلدی سے
کہا اور اُٹھ کھڑا ہوا — فاروق اور فرزانہ بھی اُٹھے۔
"ایک منٹ — آپ نے تازہ — واقعے پر اپنی رائے کا
اظہار نہیں کیا — آخر لوگوں کو سرجال صاحب کی رُوح
کیسے نظر آ سکتی ہے؟" بیگم سرجال نے پریشانی کے عالم میں کہا۔
"نظر آنے کی جہاں تک بات ہے — اسے ہم بھی دیکھ
چکے ہیں — لیکن ہمیں یہ معلوم نہیں کہ وہ سرجال صاحب

کی رُوح تھی ۔ ان کا کوئی ہم شکل تھا یا ان کے میک اپ میں کوئی اور آدمی تھا۔"

"کیا ان کا کوئی ہم شکل بھی ہو سکتا ہے؟"

"ہونے کو اس دُنیا میں کیا نہیں ہو سکتا ۔ بہرحال ہم یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتے۔"

"آخر وہ کون ہے ۔ کیا ہے ، کیا چاہتا ہے؟" بیگم سرجال نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"یہی تو ہم جاننا چاہتے ہیں۔" محمود بولا۔

"اگر کوئی خاص بات معلوم ہو تو مجھے بھی بتا دیجیے گا، میں بھی بہت پریشانی محسوس کر رہی ہوں۔" وہ بولی ۔

"اچھی بات ہے ۔ آپ فکر نہ کریں ۔ ہم آپ سے رابطہ رکھیں گے ۔ اور جب بھی کوئی خاص بات معلوم ہوئی، آپ کو بتائیں گے۔" محمود نے ہمدردانہ انداز میں کہا۔

"شکریہ!" وہ بولی۔

اور وہ باہر جانے کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے ۔ عین اس وقت دروازے پر دستک ہوئی ۔ انھوں نے سوالیہ انداز میں اس کی طرف دیکھا:

"کون ہے؟"

"پتا نہیں۔" بیگم سرجال نے کندھے اُچکائے۔

"ہم دیکھتے ہیں۔" محمود نے جلدی سے کہا اور دروازے کی طرف بڑھا ۔ فاروق اور فرزانہ بھی بیرونی دروازے کی طرف بڑھے ۔

جونہی دروازہ کھولا ، وُہ دھک سے رہ گئے ۔

تعاقب

دروازے پر سرجال کی رُوح موجود تھی — یا اس کا ہم شکل یا اس کے میک اَپ میں کوئی اور شخص — جسے وُہ ہوٹل میں بھی دیکھ چکے تھے —

"آخر تم چاہتے کیا ہو دوست"؟ محمود نے پُرسکون آواز میں کہا۔

اس نے کوئی جواب نہ دیا آگے بڑھنے لگا — محمود کے جی میں آئی ، اس سے ٹکرا جائے ، لیکن پھر اس نے فرزانہ اور فاروق کی طرف دیکھا تو فرزانہ نے اشارے سے روک دیا، جیسے کہہ رہی ہو ، کیوں نہ ہم تیل دیکھیں ، تیل کی دھار دیکھیں۔

ان کے پاس سے گزر کر وہ آگے بڑھا اور سیدھا ایک کمرے میں چلا گیا — اسی وقت بیگم سرجال ڈرائنگ روم سے نکلیں — ساتھ میں ان کے بچّے بھی نکلے۔

"آپ لوگ ابھی یہیں کھڑے ہیں — کوئی بات رہ گئی ہے کیا"؟

"یہ سامنے والا کمرہ کس کا ہے"؟

"یہ کمرہ — سرجال صاحب کا۔" اس نے بتایا۔

"کیا آپ اس کمرے میں سوتے ہیں"؟

"نہیں تو۔"

"تو پھر — اس کمرے کا دروازہ آپ لوگ کھلا کیوں رکھتے ہیں"؟ محمود نے کہا۔

"کیا ہمیں اس کمرے کو بند رکھنا چاہیے"؟ بیگم سرجال کے لہجے میں حیرت تھی۔

"نہیں — یہ بات نہیں — آئیے ذرا اس کمرے کو دیکھیں۔"

یہ کہہ کر محمود آگے بڑھا — سب اس کے پیچھے چلے — جونہی بیگم سرجال اور اس کے بچے اندر داخل ہوئے، زور سے اُچھلے بچّے تو چلاّ اُٹھے :

"ابّا جان"!

"سرتاج آپ"۔ بیگم سرجال نے پکار کر کہا۔

وُہ خاموش رہا — ان کی طرف ٹکٹکی باندھے دیکھتا رہا — اب وہ اطمینان سے ایک کُرسی پر بیٹھا تھا —

"آپ — آپ کچھ بولتے کیوں نہیں"؟

"تم — مجھے — میں ہارٹ اٹیک سے نہیں مرا تھا۔" پہلی بار انھوں نے اس کے منہ سے آواز نکلتے سُنی۔

"تت — تو — تو" بیگم سرجال چلائیں۔

"مم — مجھے — قتل کیا گیا تھا؟"

"نن — نہیں" وہ سب ایک ساتھ بولے۔

"ہاں! میں اس وقت تک بھٹکتی رہوں گی — جب تک کہ میرے قاتل کو سزا نہیں دی جاتی۔"

"اور آپ کا قاتل کون ہے؟"

"مجھے نہیں معلوم — میں دیکھ نہیں سکی تھی اسے۔ کھانے کی کسی چیز میں زہر ملایا گیا تھا — زہر میرے سامنے نہیں ملایا گیا تھا، اس لیے میں دیکھ نہیں سکی۔"

"لیکن اب مرنے کے بعد تو آپ پر ہر بات واضح ہو گئی ہو گی — اب تو آپ جانتی ہوں گی کہ آپ کو کس نے قتل کیا تھا؟" محمود بولا۔

"نہیں — میں نہیں جانتی — اگر میرے سامنے یہ کیا گیا ہوتا تو میں بتا سکتی تھی۔"

"تو آپ چاہتی ہیں — آپ کے قاتل کو سزا ملے؟"

"ہاں! میں یہی چاہتی ہوں۔"

"اچھی بات ہے — آپ فکر نہ کریں — یہ کام ہم کریں گے۔"

"تب میں چلتی ہوں۔"

"لیکن آپ جائیں گی کہاں — یہ آپ کا اپنا گھر ہے —

آپ یہاں رہ سکتی ہیں۔" فاروق نے کچھ سوچ کر کہا۔

"نن — نہیں — نہیں — بھلا ہم ایک روح کو اپنے گھر کس طرح رکھ سکتے ہیں۔" بیگم سرجال نے لرز کر کہا۔

"کیا بات کر رہی ہیں امی جان — یہ ہمارے ابا جان کی روح ہے — ہمیں کیا کہیں گی — ہمیں تو بہت خوشی ہو رہی ہے۔"

"مم — مجھے ڈر لگ رہا ہے۔"

"تم فکر نہ کرو — روحیں زندہ لوگوں کے ساتھ نہیں رہ سکتیں، روحوں کا دیس الگ ہے — میں جا رہی ہوں — لیکن اس وقت تک آتی رہوں گی — جب تک کہ قاتل پکڑا نہیں جاتا۔"

"اچھا ٹھیک ہے — آپ جائیں۔" فرزانہ بولی۔

روح گھر سے نکل گئی — وہ بھی اس کے پیچھے نکلے:

"کیا ارادہ ہے؟" فاروق نے گھبرا کر کہا۔

"تعاقب کریں گے اس کا۔" محمود نے پُرجوش انداز میں کہا۔

"پاگل ہوتے ہو — اس کا کیا فائدہ ہو گا؟"

"معلوم تو ہو — یہ کہاں جاتی ہے۔"

"ہائیں — ہم نے بھی اسے روح خیال کرنا شروع کر دیا۔" فاروق کے لہجے میں حیرت تھی۔

"فرض کر لیتے ہیں — وہ ایک روح ہے۔" محمود مسکرایا۔

"لیکن یہ فرض کرنا بھی کس قدر خوفناک ہے۔" فرزانہ نے کہا۔

"خوفناک فرض — بھئی واہ — یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے۔"

"ہو سکتا ہو گا — نہ تو ہمارا ناول لکھنے کا ارادہ ہے، نہ پبلشر بننے کا۔" محمود نے تلملا کر کہا۔

"اچھا بھائی — اس میں اس قدر بگڑنے کی ضرورت کیا ہے — سنبھال کر رکھ لو — پھر کام آئے گا۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"کیا سنبھال کر رکھ لیں؟"

"بگڑنا — بعد میں کسی واقعی ضرورت کے تحت بگڑ لینا — اس وقت بگڑنے کی فضول خرچی کیوں کرتے ہو۔"

"تمھارا دماغ — ارے — درمیانی فاصلہ بڑھ گیا ہے — اس رُوح کے پیدل چلنے کی رفتار کس قدر تیز ہے — جلدی چلو۔"

رُوح پیدل جا رہی تھی اور بہت تیز جا رہی تھی — جب کہ وہ باتوں کی وجہ سے اس قدر تیز نہیں چل سکے تھے — اب انھوں نے اپنی رفتار بڑھائی — لیکن اس وقت تک رُوح ایک گلی میں مُڑ چکی تھی —

"دوڑو — کہیں وہ غائب نہ ہو جائے۔"

انھوں نے دوڑ لگا دی آس پاس سے گزرنے والے انھیں چونک کر دیکھنے لگے، لیکن انھوں نے کوئی پروا نہ کی اور دوڑتے ہوئے اس گلی میں داخل ہو گئے — لیکن فوراً ہی انھیں ایک جھٹکا لگا۔

رُوح غائب تھی — وہ آگے تک دوڑتے چلے گئے، لیکن اس گلی میں سے کئی اور گلیاں نکل رہی تھیں — اب وہ نہ جانے کس گلی میں داخل ہو گئی تھی:

"بے کار ہے اب یہ کوشش۔" محمود نے منہ بنایا۔

"تت — تو پھر۔" فاروق بولا۔

"رُوح کا خیال چھوڑ کر زندہ انسانوں سے بات کر لیتے ہیں — اگر پانچ سال پہلے واقعی سرجال کو قتل کیا گیا تھا تو ہم تفتیش کر کے قاتل تک پہنچ سکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔" فرزانہ نے فوراً کہا۔

"تو پھر — ہمیں اس کے دوستوں سے مُلاقات کرنی چاہیے، تینوں دوستوں — ہاران تو شاید ابھی ہماری باتوں کے جوابات دینے کی پوزیشن میں نہ ہو — پتا نہیں، ہسپتال میں وہ کس حالت میں ہو — لہٰذا کیوں نہ ہم پہلے راجا بانی اور انوار خان سے مل لیں۔"

"یہ ٹھیک رہے گا۔"

وہ اسی وقت اپنی کار میں بیٹھ کر ۱۲۰ لیکن روڈ پہنچے۔ دستک دینے پر ایک عورت نے اندر سے بتایا کہ راجا بانی تو اس وقت اپنے کام پر گیا ہے:

"وہ کہاں کام کرتے ہیں؟"

"ان کا اپنا کارخانہ ہے۔"

"اپنا کارخانہ — لیکن ہم نے تو سنا تھا۔ راجا بانی اتنے دولت مند نہیں ہیں۔"

"بس اللہ نے دن بدل دیے — اب تو ہمارے ہاں دولت کی ریل پیل ہے۔"

"تب پھر آپ لوگ اس معمولی سے مکان میں کیوں رہ رہے ہیں؟"

"ہمیں مال دار ہوئے ابھی زیادہ مدت نہیں ہوئی — صرف پانچ سال ہوئے ہیں۔"

"کتنے سال؟"

"جی پانچ سال — وہ اپنی کوٹھی بنوا رہے ہیں — بہت شاندار، لہٰذا اس میں وقت تو لگے گا۔"

"ہوں — خیر، ان کے کارخانے کا نام پتا بتا دیں، ہم وہیں ان سے مل لیں گے۔"

"لیکن آپ ان سے کس سلسلے میں ملنا چاہتے ہیں؟"

"ان کے ایک دوست کے بارے میں کچھ معلومات درکار ہیں۔" محمود نے گول مول انداز میں کہا۔

"اچھا خیر — ان کا کارخانہ شہر سے ذرا ہٹ کر نئی آبادی میں ہے — راجا ملز۔ آپ آسانی سے پہنچ جائیں گے۔"

"بہت بہت شکریہ۔"

وہ وہاں سے رخصت ہوئے اور نئی آبادی پہنچے۔ راجا ملز تلاش کرنا واقعی بہت آسان ثابت ہوا — اس مل میں پلاسٹک کے برتن تیار کیے جاتے تھے۔ راجا بانی نے انھیں حیران ہو کر دیکھا — وہ ایک جوان آدمی تھا — سڈول سا:

"فرمائیے — میں کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

"بہت ترقی کی آپ نے — اور بہت جلد۔"

"ہاں! یہ سب اللہ کی مہربانی ہے — پانچ سال پہلے میں کچھ بھی نہیں تھا — پلاسٹک کے برتن گھر میں بنایا کرتا تھا — اور شہر کی ایک دو دکانوں پر جا کر دے آیا کرتا تھا — ساتھ میں ڈراموں میں بھی کام کرتا تھا، تب کہیں جا کر گھر کے اخراجات پورے ہوتے تھے، لیکن اب میں نے یہ کارخانہ بنا لیا ہے۔"

"واقعی آپ بہت خوش قسمت ہیں۔"

"شکریہ! آپ لوگ کون ہیں — اور کیسے تشریف لائے
ہیں:" اس نے سگریٹ کا پیکٹ نکالتے ہوئے کہا۔ انھوں
نے دیکھا، وہ نہایت قیمتی سگریٹ تھے — اور جس لائٹر
سے اس نے سگریٹ سُلگایا — شاید وہ بھی سونے کا تھا:
"سنا ہے — آپ سرجال کے دوست تھے:"
اسے ایک جھٹکا سا لگا — چند سیکنڈ تک وہ انھیں
ٹکٹکی باندھے دیکھتا رہا:
"آپ نے یہ کیوں پوچھا۔"
"آپ نے اخبار میں خبر پڑھی؟"
"ہاں! پڑھ چکا ہوں — گپ معلوم ہوتی ہے۔"
"لیکن ہم رُوح کو آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں۔"
"وہ کوئی فراڈ ہے — سرجال مر چکا ہے — اس نے ہمارے
سامنے دم توڑا تھا۔"
"رُوح بھی یہ نہیں کہتی کہ وہ زندہ ہے — اس کا کہنا بھی
یہی ہے کہ وہ سرجال کی رُوح ہے۔"
"حیرت ہوئی یہ سُن کر — رُوحیں بھی اب انسانوں سے
بات چیت کرنے لگیں۔"
"ہو سکتا ہے — وہ روح نہ ہو — آپ کے کہنے کے
مطابق فراڈ ہو — لیکن ہم اس کے بارے میں تو آپ

سے کچھ پوچھ ہی نہیں رہے۔"
"تو پھر:" وہ جلدی سے بولا۔
"ہمیں تو آپ صرف یہ بتا دیں — مسٹر سرجال کی موت
قدرتی تھی یا انھیں قتل کیا گیا تھا؟"
"قتل — یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"
"گویا آپ کے خیال میں انھیں قتل نہیں کیا گیا۔"
"ہرگز نہیں — ڈاکٹر نے آکر چیک کیا تھا — اس نے
باقاعدہ ہارٹ فیل ہونے کا سرٹیفکیٹ لکھا تھا۔"
"یہ باتیں ہمیں معلوم ہیں، لیکن سرجال کی رُوح کا
کہنا ہے کہ اسے قتل کیا گیا تھا۔"
"روح — میں نہیں مانتا — بھلا روحیں بھی کہیں انسانوں
سے باتیں کرتی ہیں۔"
"خود ہم سے رُوح نے باتیں کی ہیں۔"
"آپ کو دھوکا ہوا ہو گا۔" اس نے کہا۔
"آپ بے شک سرجال کے گھر والوں سے پوچھ لیں۔"
"مجھے پوچھنے کی ضرورت — میرے دوست کو قتل نہیں
کیا گیا — وہ قدرتی موت مرا تھا — اور کچھ:"
"ایک بات اور — سرجال کے تین قریبی دوست تھے۔
آپ، ہارون اور انوار خان — اس نے مرنے کے بعد آپ

نے اس کے گھر والوں کے لیے کیا کیا؟

"انھوں نے مجھ سے کوئی مدد لینے سے انکار کر دیا تھا، دراصل سرجال کی بیوی مجھے اچھا نہیں سمجھتی۔"

"کیوں؟" محمود نے چونک کر کہا۔

"بس — نہیں سمجھتی — شاید اس کا خیال یہ ہے کہ سرجال کی موت میں میرا ہاتھ تھا۔"

"تو کیا — بیگم سرجال کا بھی خیال یہ ہے کہ سرجال کو قتل کیا گیا ہے؟"

"نہیں — لیکن انھیں سگریٹ کی عادت میری وجہ سے لگی تھی — وہ بے تحاشا سگریٹ پینے لگے تھے — جب کہ بیگم سرجال کو سگریٹ سے نفرت تھی — اس لیے وہ مجھے اچھا نہیں سمجھتی — اور ان کا خیال یہ ہے کہ اگر وہ اس قدر زیادہ سگریٹ نہ پیتے تو اس قدر جلد ان کی موت واقع نہ ہوتی۔"

"حالانکہ موت کا وقت مقرر ہے۔" محمود مسکرایا۔

"جی ہاں؛ بالکل۔" راجا بانی نے فوراً کہا۔

"آپ مسلمان ہیں؟"

"بالکل۔" وہ بولا۔

"اور سرجال یہودی تھے؟"

"ہاں!" اس نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"ایک یہودی کی مسلمان سے دوستی — بات کچھ بنتی نہیں۔"

"اس نے ایک حادثے سے میری جان بچائی تھی، بلکہ میری اور انوار خان کی — اس طرح ہمیں اس سے دوستی کرنا پڑ گئی — ویسے وہ اخلاق کا بہت اچھا تھا — اور ہم سوچتے تھے — شاید اسے مسلمان کر سکیں۔"

"اچھا خیر — اب ہم چلتے ہیں — ابھی انوار خان سے بھی ملنا ہے۔"

"جی بہت بہتر — لیکن میں ایک بار پھر کہوں گا کہ سرجال کی موت قدرتی تھی — یہ قتل نہیں تھا۔"

"اچھی بات ہے — ہم یہ بات ذہن میں رکھیں گے۔"

اور پھر وہ کالی گڑھی پہنچے — یہ ہندوؤں کی آبادی تھی، لیکن اس آبادی میں کہیں کہیں مسلمان بھی آباد تھے — انوار خان کا مکان تلاش کرنے میں انھیں کافی دقت پیش آئی — وہ بھی نوجوان آدمی تھا:

"ہم مسٹر سرجال کے سلسلے میں آپ سے ملنے آئے ہیں۔"

"کیوں — اچھا — وہ اخباری خبر — تو آپ اخبار کی خبروں پر یقین کر لیتے ہیں — آپ کو میں بتاؤں — یہ اخبار والے ان گنت اِدھر اُدھر کی خبریں چھاپ دیتے ہیں — مثلاً دس سال پہلے فوت ہونے والے دولت مند کو زندہ

کر لیا گیا ۔ اب آپ یہ بتائیں ۔ کیا آپ اس خبر پر یقین کر لیں گے ؟ ہرگز نہیں ۔ اس لیے کہ مردہ زندہ ہو ہی نہیں سکتا ۔ ایک بار جو مر گیا ، وہ مر گیا ۔ کبھی اُڑن طشتریوں کی خبریں ۔ کبھی چاند پر جانے کی خبریں ، ایک دن یہ سورج پر جانے کی خبر بھی چھاپ دیں گے ۔ تو کیا آپ اس خبر پر یقین کر لیں گے ؟ نہیں کریں گے نا ۔ یہی میں آپ کو بتا رہا ہوں ۔ میں نے بھی وُہ خبر پڑھی تھی ۔ اور اس خبر کو بالکل گپ خیال کیا تھا ۔ آپ کو کیا پڑی کہ اس کے بارے میں چھان بین کرتے پھر رہے ہیں ۔ اور آپ ہیں کون ۔ آپ کا سرجال سے کیا تعلق ہے ؟" وہ کافی دیر بعد چُپ ہوا ۔

" ہمارا ان سے کوئی تعلق نہیں ۔ لیکن ہمارا تعلق محکمہ سراغ رسانی سے ضرور ہے ۔ کیا آپ نے خبر پڑھ کر ہوٹل کاران کے مالک ہاران سے تصدیق کی تھی ؟"

" نہیں ! میں نے ضرورت ہی محسوس نہیں کی تھی ۔"

" اپنے دوست راجا بانی سے بات کی تھی ؟"

" بالکل نہیں ۔"

" لیکن آپ کو ایسا کرنا چاہیے تھا ۔ قدرتی طور پر ۔ اب ہم آپ کو بتاتے ہیں ۔ ہوٹل کاران میں واقعی

کی روح نظر آئی تھی ۔ سب لوگوں نے اسے دیکھا تھا ۔ یہی نہیں ۔ وُہ تو وہاں آج بھی پہنچی تھی ۔ ہوٹل میں ہی نہیں ۔ وُہ تو سرجال کے گھر یعنی اپنے گھر میں بھی گئی تھی ۔"

" نن ۔ نہیں ۔ یہ جھوٹ ہے ۔ غلط ہے ۔" اس نے گھبرا کر کہا ۔

" ہم نے خود اسے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور اس سے باتیں بھی کی ہیں ۔ جانتے ہیں ۔ اس کا دعویٰ کیا ہے ۔"

" اچھا تو وُہ کوئی دعویٰ بھی کرتا ہے ؟"

" ہاں ! اس کا دعویٰ ہے کہ وُہ قدرتی موت نہیں مرا ، بلکہ اسے قتل کیا گیا ہے ۔"

" کیا !!!" وہ چلّایا ۔

" ہاں جناب ! اس نے یہی دعویٰ کیا ہے ۔" فاروق نے منہ بنا کر کہا ۔

" اور اسے قتل کس نے کیا ؟"

" یہ وہ نہیں جانتا ۔"

" یہ کیسے ہو سکتا ہے ۔ کسی رُوح یا بھوت کو یہ پتا نہ ہو کہ اسے کس نے قتل کیا ہے ۔"

"اس کی زندگی میں کسی نے اسے چھپ کر زہر دیا۔ لہٰذا اسے پتا نہ چل سکا۔"

"تب پھر یہ کام صرف اور صرف ڈاکٹر عنایت کا ہوگا، اس لیے کہ وہی سرجال کا علاج کرتا تھا۔ اس کے علاوہ کون زہر دے سکتا ہے بھلا۔"

"لیکن ڈاکٹر کو زہر دینے کی کیا ضرورت تھی بھلا؟"

"اس بارے میں میں کیا کہ سکتا ہوں بھلا۔" اس نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"خیر — آپ اپنی کہیے — کہیں یہ کام آپ نے تو نہیں کیا تھا؟"

"کک — کون سا کام؟" وُہ ہکلایا۔

"زہر دینے والا کام۔"

"ارے باپ رے — بھلا میں ایسا کیوں کرتا — کوئی وجہ بھی تو ہونی چاہیے تھی۔"

"وجہ ہم تلاش کر لیں گے — آپ فکر نہ کریں۔" فارُوق نے مسکرا کر کہا۔

"کیا مطلب — کیا آپ زبردستی مجھے قاتل بنا ڈالنا چاہتے ہیں۔" انوار خان پریشان ہوگیا۔

"نہیں، جو کوئی بھی قاتل ہے — اسے قاتل ثابت

کرنا چاہتے ہیں۔"

"تو کریں — مجھے ذرا بھی پروا نہیں ہے — میں کیوں ڈرنے لگا اس بات سے۔"

"آپ کام کیا کرتے ہیں؟"

"آرٹسٹ ہوں — تصویریں بناتا ہوں۔"

"اپنے دوست کے مرنے کے بعد آپ نے اس کے گھر والوں کی مدد نہیں کی؟"

"میں اس قابل نہیں — میرا اپنا گزارا مشکل سے ہوتا ہے، دوسرے یہ کہ میں نے سنا تھا — ہاران ان کی مدد کر رہا ہے — وہ ہے بھی یہودی — اس ناطے بھی وہ اس گھرانے کی مدد کر رہا ہے — اور دوست ہونے کے ناطے بھی — وہ بہت دولت مند ہے — دو تین ہزار روپے آسانی سے انھیں دے سکتا ہے — لیکن میں تو کُل دو تین ہزار روپے ماہوار کماتا ہوں گا — ان میں سے کیا اپنے گھر والوں پر خرچ کروں گا اور کیا انھیں دوں۔"

"اور آپ کے دوست مسٹر راجا بانی — وہ تو آسانی سے اس کی مدد کر سکتے ہیں۔"

"ہاں! وہ اس پوزیشن میں ضرور ہے — سرجال کے مرنے کے بعد وہ دولت مند ہوگیا — اس نے ریڈکراس کا ٹکٹ

خریدا تھا۔ وہ اس کا نکل آیا۔"

"لیکن اس کا کہنا تو یہ ہے کہ پہلے وہ پلاسٹک کے برتن گھر میں بناتا تھا۔ ترقی کرتے کرتے ایک کارخانے کا مالک بن گیا۔"

"یہ بھی درست ہے، لیکن کارخانے دار بننے میں ریڈ کراس کے ٹکٹ پر انعام نکل آنے کا بھی عمل دخل ہے۔" انوار خان بولا۔

"ان حالات میں بھی وہ اس گھرانے کی مدد نہیں کرتے۔" فرزانہ نے کہا۔

"میں نے اس سے کہا تھا، لیکن اس نے بتایا کہ بیگم سرجال نے اس کی مدد لینے سے صاف انکار کر دیا ہے۔" اس نے بتایا۔

"آپ لوگ سرجال کے دوست کس طرح بن گئے تھے، جب کہ وہ یہودی تھا۔"

"اسے آپ اتفاق کہہ لیں ہم ایک گھنے جنگل میں پھنس گئے تھے۔ اس جنگل میں سے سرجال نے اپنی جان پر کھیل کر ہمیں نکالا تھا۔"

"پھنس کیسے گئے تھے؟"

"بارش اور آندھی کا طوفان تھا۔ جس میں ہم پھنس

گئے تھے۔ یعنی حادثے کا شکار ہو گئے تھے۔"

"اوہ اچھا۔ کوئی اور بات جو آپ بتا سکیں۔"

"کس بارے میں؟"

"سرجال کی موت کے بارے میں۔"

"کم از کم وہ نقلی نہیں تھی۔ یہ خبریں اب کوئی بلاوجہ اڑا رہا ہے۔"

"اور اس بھوت کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں۔ یا روح کے بارے میں۔"

"میں ایسی باتوں کو نہیں مانتا۔"

"خیر۔ ہم چلتے ہیں۔ لیکن یہ جان لیں کہ ہم اس کیس پر کام کر رہے ہیں اور اگر سرجال کو قتل کیا گیا ہے تو پھر ہم قاتل کو پکڑ کر ہی دم لیں گے۔"

"تو مجھے یہ کیوں سنا رہے ہیں۔" اس نے جھلا کر کہا۔

"اور کیا کریں۔ اب ہم یہ باتیں اور کس کو سنائیں۔" فاروق نے بھی تلملا کر کہا۔

"آپ۔ آپ عجیب آدمی ہیں۔"

"میں عجیب کے ساتھ ساتھ غریب بھی ہوں۔ لیکن آپ فکر نہ کریں۔"

"اچھا نہیں کرتا۔" اس نے منہ بنایا۔

وہ جانے کے لیے اُٹھے ۔ دروازے کی طرف مُڑے اور
پھر کھڑے کے کھڑے رہ گئے ۔ پھر محمود نے سرسراتی آواز
میں کہا :

" لو مسٹر انوار خان ۔ آپ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔"

انوار خان نے دروازے کی طرف دیکھا ۔ تو وہاں
سرجال کی رُوح کھڑی نظر آئی ۔

قتل یا...

" تت ۔ تت ۔ نن ۔ نن ۔" اس کے منہ سے مارے
خوف کے نکلا ۔

" کیوں اب کیا ہوا ۔ آپ تو مان ہی نہیں رہے تھے ۔
کہ رہے تھے ۔ اخبارات والے یونہی اڑا دیتے ہیں۔"

" مم ۔ میرا دماغ خراب ہو گیا تھا ۔ میرے دوست سرجال،
یہ تم ہو ۔ اُف ۔ تم کس قدر بدل گئے ہو ۔ پہلے کی نسبت
موٹے لگ رہے ہو ۔ ارے تم بولتے کیوں نہیں ۔ دیکھو، یہ
میں ہوں ، تمہارا دوست ۔ انوار خان ۔ ہاں !" اس کے پسینے
چھوٹ رہے تھے ۔

" میرے قاتل تم ہی ہو سکتے ہو انوار خان۔" روح نے کہا۔

" کک ۔ کیا نہیں ۔ نہیں ۔ یہ غلط ہے ۔ جھوٹ ہے ۔
میں اور تمہارا قاتل ۔ کیسی باتیں کرتے ہو ۔ ذرا سوچو ۔
میں پانچ سال پہلے ایک غریب آدمی تھا ۔ آج بھی غریب

آدمی ہوں — کچھ بھی تو نہیں بدلا — آخر میں کیوں تمھیں
قتل کرتا — کیا فائدہ حاصل کر سکتا تھا میں — اور کیا میں
نے فائدہ حاصل کر لیا۔"

" نہیں — نظر نہیں آتا — لیکن کچھ فائدے ایسے بھی
ہوتے ہیں، جو نظر نہیں آتے — جو بہت پوشیدہ ہوتے
ہیں۔" رُوح نے کہا۔

" نہیں نہیں — میں نے تمھیں قتل نہیں کیا — قسم لے لو —
یا جو تم کہو — کرنے کو تیار ہوں۔"

" ان لوگوں کا اطمینان کرا دو — میں مطمئن ہو جاؤں گی۔"

" کن لوگوں کا — یہ جو یہاں موجود ہیں۔"

" ہاں! اور میں آپ لوگوں سے درخواست کرتی ہوں،
خُدا کے لیے میرا تعاقب نہ کرنا — ورنہ میرا کام ادھورا
رہ جائے گا۔"

" تمھارا کام — کون سا تمھارا کام؟"

" قاتل کی تلاش کا۔"

" تو تم اپنے قاتل کی تلاش میں ہو۔"

" ہاں! لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے، جیسے میں اس مقصد
میں کامیاب نہیں ہو سکوں گی — اس لیے کہ میں اپنی
زندگی میں جاسوس نہیں تھی — اگر میں کوئی سُراغرساں

ہوتی — تو شاید اب تک قاتل کو سزا دے چکی ہوتی۔"

" تم فکر نہ کرو — یہ کام اب ہم کریں گے۔"

" اوہ! بہت بہت شکریہ — تو آپ میرا تعاقب نہیں
کریں گے نا؟"

" اچھا نہیں کریں گے — لیکن اتنا تو بتا دو — تم رہتی
کہاں ہو؟"

" رُوحوں کے دیس میں — میں کسی وقت فون پر بتا دوں
گی کہ مجھ تک آنے کا طریقہ کیا ہے۔"

" ہم ضرور تم سے ملنے آئیں گے۔" فاروق نے خوش
ہو کر کہا۔

" بہت بہتر!"

رُوح مُڑی اور گھر سے نکل گئی — انھوں نے اس مرتبہ
اس کا تعاقب کرنے کی کوشش نہیں کی — ہاں! وہ درخواست
نہ کرتی تو اور بات تھی —

" اب آپ کیا کہتے ہیں — کیا آپ کا اس کیس میں کسی
قسم کا ہاتھ ہے؟"

" ہرگز نہیں۔" اس نے پُر زور انداز میں کہا۔

" اچھا! اب آپ اس رُوح کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟"

" یقین کرنا ہی پڑے گا — اب تو اپنی آنکھوں سے

دیکھ چکے ہیں۔"

"تب پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ سرجال کو قتل کیا گیا تھا۔"

"چلیے، ہو سکتا ہے — یہی بات ہو — لیکن میرا اس معاملے سے دُور کا بھی واسطہ نہیں، اگر کوئی تعلق نکل آئے تو جو چور کی سزا، وُہ میری۔"

"اوہ — اچھا خیر — آؤ بھئی چلیں۔"

وُہ وہاں سے نکل کر ڈاکٹر عنایت کے کلینک پہنچے۔ وہ ایک موٹے سے جسم کا مالک تھا — اس نے سوالیہ انداز میں ان کی طرف دیکھا۔

محمود نے اپنا کارڈ نکال کر اسے دکھایا — کارڈ دیکھ کر وُہ زور سے چونکا:

"فف — فرمائیے — کک — کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

"لیکن آپ ہمارا کارڈ دیکھ کر گھبرا کیوں گئے؟"

"اور — اور کیا کروں — میں پولیس سے بہت گھبراتا ہوں۔" اس نے کہا۔

"لیکن ہمارا تعلق پولیس سے نہیں — محکمہ سُراغ رسانی سے ہے۔"

"ایک ہی بات ہے — آپ میں اور پولیس میں کیا فرق ہے۔"

"ہاں! فرق تو خیر نہیں ہے — اچھا خیر — ہم آپ کے پاس آپ کے ایک پُرانے مریض سرجال کے سلسلے میں آئے ہیں۔" محمود نے کہا۔

"میں سمجھ گیا — اس کی رُوح کی خبر اخبار میں شائع ہوئی ہے۔"

"ہاں! جب مسٹر سرجال اچانک بیمار ہوئے — آپ اس وقت وہاں نہیں جا سکے تھے — آپ ملے نہیں تھے، لہٰذا مسٹر ہاران نے ایک دوسرے ڈاکٹر کو بلایا تھا، لیکن ان کے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی وُہ مر چکے تھے۔ یہ باتیں آپ کو یاد ہیں۔"

"ہاں! اچھی طرح یاد ہیں۔" اس نے کہا۔

"آپ کے خیال میں — کیا اس طرح اچانک دل کا دورہ جان لیوا ثابت ہو سکتا ہے؟"

"جی نہیں — مجھے تو خود بہت حیرت ہوئی تھی — لیکن چونکہ ہسپتال کے ایک بڑے ڈاکٹر نے دل کے دورے کی تصدیق کر دی تھی — اس لیے میں نے یقین کر لیا — ویسے یہ بات بھی ہے کہ وہ ان دنوں بے تحاشا سگریٹ پینے لگے تھے — اس وجہ سے بھی دل کمزور ہو گیا ہوگا؛ تاہم انھوں نے دل کی تکلیف کی شکایت کبھی نہیں کی تھی۔"

"تب پھر وُہ آپ کی خدمات کس سلسلے میں حاصل کیا کرتے تھے؟"

"ان کے سر میں شدید درد ہو جاتا تھا کبھی کبھی — مجھ سے تو وہ اس کا علاج کرواتے تھے۔"

"جسم کے لحاظ سے وُہ کیسے تھے؟"

"بالکل دُبلے پتلے سے — تنک منک سے۔"

"اور قد — کیسا تھا؟"

"بس درمیانہ۔" اس نے بتایا۔

"اس کی رُوح کی ہم سے مُلاقات ہوئی ہے — اس کا کہنا ہے کہ اس کی موت قدرتی نہیں تھی — بلکہ اسے قتل کیا گیا تھا۔"

"کیا — یہ آپ کیا کہ رہے ہیں — آپ کی ملاقات ہوئی ہے رُوح سے؟"

"ایک بار نہیں — تین بار ہوئی ہے۔"

"اچھا — کمال ہے — روحیں اب اس طرح آزادانہ پھرنے لگی ہیں۔" ڈاکٹر کے لہجے میں حیرت تھی۔

"جن لوگوں کا تعلق اس سے تھا — صرف وہی اسے دیکھ کر خوف کھا سکتے ہیں نا — دُوسروں کو کیا پتا، وُہ رُوح ہے یا انسان۔"

"ہوں — آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟"

"بس جو معلوم کرنا تھا — کر چکے — اپنا خیال اگر آپ ظاہر کرنا چاہتے ہیں تو کر سکتے ہیں۔"

"ہاں ضرور — کیوں نہیں — سرجال کی موت کبھی بھی دل کے دورے سے نہیں ہو سکتی تھی — دل کے لحاظ سے وُہ بالکل فٹ تھا — رہا سگریٹ پینے کا معاملہ — تو وہ تو اس نے انھی دنوں شروع کی تھیں — وہ بھی اس نے نہ جانے کیوں شروع کر دی تھیں — پہلے تو وُہ سگریٹ سے بہت نفرت کرتا تھا۔"

"اوہو اچھا — سگریٹ سے نفرت کرتے تھے وُہ۔"

"ہاں جناب بالکل۔"

"یہ ایک نئی بات معلوم ہوئی — کہ جو آدمی پہلے سگریٹ سے نفرت کرتا تھا — وُہ زور شور سے سگریٹ پینے لگا۔"

"ہاں! اس پر ہمیں حیرت ہوئی تھی — ہم نے اس سے کہا بھی تھا — لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا، بس مسکرا کر رہ گیا تھا۔"

"اور وہ ایک شکاری تھے — شکاریوں کے پاس اتنا وقت کہاں، ہوتا ہے کہ دوستوں میں مل بیٹھیں — ورنہ زیادہ تر شکار پر ہی رہتے ہوں گے۔"

"وہ اتوار کی چھٹی ضرور کرتا تھا۔ اس روز ہم ملتے تھے۔"

"آپ تینوں یا کوئی اور بھی؟"

"مسٹر ہاران بھی۔ اکثر ہمارے ساتھ ہوتے تھے۔"

"سرجال صاحب کی موت کے موقعے پر ڈاکٹر قاضی جان کو بلایا گیا تھا۔ ان کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں۔"

"وہ اس وقت بھی مشہور ڈاکٹر تھے۔ اور آج کل تو بہت ہی بڑے ڈاکٹر بن چکے ہیں۔ شہر میں سب سے بڑا اور اچھا کلینک ان کا ہے۔"

"اور انھوں نے ہی ہارٹ اٹیک کا سرٹیفکیٹ دیا تھا۔" محمود نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں! بالکل۔"

"تو کیا انھوں نے غلط سرٹیفکیٹ دیا تھا؟"

"میں اس بارے میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ میں تو اتنا جانتا ہوں کہ سرجال دل کا مریض نہیں تھا۔"

"شکریہ! اب ہم چلتے ہیں۔"

وہ ہاتھ ملا کر باہر نکلے اور پھر ڈاکٹر قاضی جان کے کلینک پہنچے۔ لیکن یہاں انھیں کافی دیر انتظار کرنا پڑا، جب باری آنے کے آثار نظر نہ آئے تو محمود نے باہر

سے اسے فون کیا۔ فون پر جب اسے بتایا گیا کہ ڈاکٹر قاضی جان بات کر رہے ہیں تو وہ بولا:

"دیکھیے جناب۔ ہمیں آپ فوری طور پر ملاقات کا وقت دے دیں۔ ہمارے نام محمود، فاروق اور فرزانہ ہیں، انسپکٹر جمشید کے بچے ہیں اور آپ سے مسٹر سرجال کے بارے میں بات کرنا چاہتے ہیں۔ وہ سرجال جس کی روح کل ہوٹل کاران میں دیکھی گئی اور آج بھی وہ تین جگہ نظر آ چکی ہے۔ اس روح کا کہنا ہے کہ میں قدرتی موت نہیں مرا۔ مجھے قتل کیا گیا ہے۔ ہم اس کیس پر کام کر رہے ہیں۔ آپ ہمیں فوری طور پر اندر بلاتے ہیں یا نہیں؟"

"اگرچہ یہ میرے اصول کے خلاف ہے۔ میرے مریض برا مانتے ہیں۔ لیکن پھر بھی میں آپ کو اندر بلا رہا ہوں۔ دروازے پر آ جائیں۔ آپ تینوں کے نام پکارے جائیں تو آپ فوراً اندر آ جائیے گا۔ کسی مریض کو سوال کرنے کا موقع ہرگز نہ دیجیے گا۔"

"اچھی بات ہے۔" محمود نے مسکرا کر کہا۔

دو منٹ بعد وہ ڈاکٹر قاضی جان کے سامنے بیٹھے تھے، وہ ایک موٹا تازہ آدمی تھا۔ بہت اچھی صحت کا مالک۔

سُرخ و سفید رنگ تھا۔ پہلے تو چند سیکنڈ وُہ انھیں گھورتا
رہا، پھر بولا:
"ہاں! میں آپ لوگوں کو صرف پانچ دے سکتا ہوں۔
اس سے زیادہ ایک سیکنڈ نہیں۔"
"شکریہ — ہم پانچ منٹ میں ہی اپنا کام چلا لیں
گے۔" فاروق بولا۔
"پانچ سال پہلے ہوٹل ہاران کے مالک نے آپ کو
ایک مریض کو دیکھنے کے لیے بلایا تھا کچھ یاد ہے؟"
"ہاں! وہ آدمی دل کے دَورے سے مر گیا تھا۔" ڈاکٹر
قاضی جان نے کہا۔
"لیکن ان کے پہلے ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ مسٹر سرجال کو
کبھی بھی دل کی تکلیف نہیں رہی تھی۔"
"تو کیا ہوا — اچانک دل میں کوئی نقص ہو سکتا
ہے۔" ڈاکٹر بولا۔
"آپ نے پوری طرح اطمینان کر لیا تھا کہ انھیں دل
کا دورہ پڑا تھا — جس سے وہ ہلاک ہو گئے تھے۔" محمود
نے کہا۔
"ہاں! بالکل۔"
"آخر کیسے — کیا ان کا پوسٹ مارٹم کیا گیا تھا؟" محمود

نے کہا۔
ڈاکٹر نے اسے گھور کر دیکھا — چند سیکنڈ تک وُہ
اس سوال کا کوئی جواب نہ دے سکا، آخر بولا:
"میں ہسپتال کا سب سے بڑا ڈاکٹر ہوں — میں نے
اپنے تجربے کی بنیاد پر اس کیس کو ہارٹ فیل کا کیس
قرار دیا تھا — پوسٹ مارٹم کی تو ضرورت اس وقت محسوس
کی جاتی، اگر قتل کا شبہ ہوتا — وہاں تو شبہے نام کی کوئی
بات نہیں تھی۔"
"لیکن اب شبہ پیدا ہو گیا ہے۔"
"وہ کیسے؟"
"سرجال کے بھوت نے اس بات کا شبہ پیدا کر دیا ہے
کہ ان کی موت قدرتی نہیں تھی — بلکہ انھیں قتل کیا گیا تھا۔"
"یہ سب باتیں بالکل فضول ہیں — میں بھوتوں اور رُوحوں
کو نہیں مانتا۔"
"ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں۔"
"آپ لوگوں کی آنکھوں کو دھوکا ہوا ہو گا — اچھا
اب آپ جا سکتے ہیں آپ کا وقت پورا ہوا چاہتا ہے۔"
"شکریہ" یہ کہ کر وُہ اُٹھ کھڑے ہوئے۔
لیکن پھر ان کے قدم اُٹھے کے اُٹھے رہ گئے۔

آنکھوں میں حیرت دوڑ گئی، کیونکہ اسی وقت دروازہ کھُلا تھا۔ اور سرجال کی روح اندر داخل ہوئی تھی۔ جب کہ ڈاکٹر کے کمرے میں ان کی اجازت کے بغیر ان کے مُلازم کسی کو داخل نہیں ہونے دیتے تھے۔

سرجال کی رُوح کے چہرے پر ایک دل کش مسکراہٹ تھی۔

حملہ

جُونہی ڈاکٹر کی نظر سرجال کی رُوح پر پڑی۔ وہ زور سے اُچھلا۔ اس کی آنکھیں مارے خوف کے پھیل گئیں:

"کیوں ڈاکٹر صاحب۔ اب کیا ہوا، آپ تو کہ رہے تھے۔ آپ رُوحوں اور بھُوتوں کو نہیں مانتے۔ تو پھر اب ڈر کیوں رہے ہیں؟"

"یہ — یہ اندر کیسے داخل ہو گئی؟"

"ایک رُوح کو آپ کے مُلازم بھلا کس طرح روک سکتے تھے۔"

"اُف میرے مالک — کیا یہ سچ مچ رُوح ہے؟" ڈاکٹر نے لرزتی آواز میں کہا۔

"یہ تو ہمیں بھی نہیں پتا کہ سچ مچ کی رُوح ہے یا جھوٹ موٹ کی رُوح"۔ فارُوق نے مسکرا کر کہا۔

"کیا بات کرتے ہو۔ اگر یہ جھوٹ موٹ کی رُوح ہے

تو رُوح کیسے ہو گئی۔" محمود جھلا اُٹھا۔

"بس ہو گئی جیسے ہو گئی — اب اس میں ہم کیا کر سکتے ہیں۔"

"تمھارا دماغ تو نہیں چل گیا۔"

"رُوح کی موجودگی میں اگر دماغ چل جائے تو یہ کوئی ایسی عجیب بات نہیں ہو گی۔"

"اب تم سے کون مغز مارے — ہاں ڈاکٹر صاحب — یہ ہے سرجال کی رُوح — اب آپ خود ہی اس سے باتیں کر لیں۔"

"مم — میں — میں اور روح سے باتیں کروں۔" اس نے گھبرا کر کہا۔

"ہاں! کریں — کوئی حرج نہیں — یہ آپ کو کچھ نہیں کہے گی۔"

"اچھا — لل — لیکن — کیا بات کروں۔"

"وہی — ہارٹ اٹیک کی — قتل کی — روح کو تو معلوم ہے کہ آپ نے اس کے ساتھ کیا کیا تھا۔"

"نن — نہیں — مم — میں نے کچھ نہیں کیا تھا — سرجال کو دل کا دورہ پڑا تھا اور بس — میں سرٹیفکیٹ لکھ دیا۔"

"کیوں اے پیاری روح — کیا یہ حضرت ٹھیک کہ رہے

ہیں۔" فاروق بولا۔

"نہیں — یہ شخص جھوٹ بول رہا ہے۔" رُوح کے ہونٹ ہلے۔

"کیا — نہیں — میں جھوٹ نہیں بول رہا۔"

"اپنے سچ کا ثبوت کیا ہے تمھارے پاس — کیا تم نے پوسٹ مارٹم کرایا تھا؟"

"نہیں۔" اس نے گھبرا کر کہا۔

"بس تو پھر — ثبوت کوئی نہیں — لہٰذا..." رُوح نے جملہ درمیان میں چھوڑ دیا۔

"لہٰذا کیا؟"

"اب تم بھی سزا بھگتنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی پستول اس کے ہاتھ میں نظر آیا:

"ارے باپ رے — یہ رُوحیں کب سے پستول چلانے لگ گئیں۔" ڈاکٹر کانپ گیا۔

"جب سے ڈاکٹروں نے غلط سرٹیفکیٹ دینا شروع کر دیے۔"

"یہ غلط ہے — جھوٹ ہے — میں نے غلط سرٹیفکیٹ نہیں دیا تھا۔"

"ایک روح کے سامنے جھوٹ بول رہے ہیں۔" روح

نے سرد آواز میں کہا۔

" میں — میں سچ بول رہا ہوں۔"

" یہ حضرت یوں نہیں مانیں گے — اب میں انھیں مزا چکھا کر رہوں گی۔" روح نے تلملا کر کہا۔

" مزا — لیکن کیسے؟" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

" مزا چکھانا کیا مشکل ہے — ابھی اس پستول سے ایک گولی نکلے گی اور یہ حضرت مزا چکھ لیں گے۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی اس نے ٹریگر دبا دیا — تینوں اسے روکنے کے لیے ارے ارے ہی کرتے رہ گئے — ڈاکٹر کا تو رنگ فق ہو چکا تھا — اسے کچھ نہیں سوجھ رہا تھا — جونہی ٹریگر دبا — کمرے میں گھپ اندھیرا ہو گیا — اور ڈاکٹر کے منہ سے ایک چیخ نکل گئی —

" خبردار — کوئی اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے۔" محمود گرجا۔

دھوئیں میں انھیں کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا — انھیں بھی رینگ کر کمرے سے باہر نکل آنا پڑا — باہر لوگ جمع تھے —

" گگ — کیا ہوا صاحب؟"

" ڈاکٹر صاحب کو جلدی سے باہر لے آئیں — کہیں ان کا دم نہ گھٹ جائے۔" محمود بولا۔

" لل — لیکن ہم کیسے اندر جا سکتے ہیں — ہمارے دم نہیں گھٹ جائیں گے؟"

" ہاں! یہ بھی ہے — اچھا خیر — پھر ہم ہی یہ کام کرتے ہیں — اور ہاں — وہ روح کہاں گئی؟"

" گگ — کون سی روح؟" کئی آوازیں ابھریں۔

" ٹھہریے — پہلے ذرا ڈاکٹر صاحب کو نکال لائیں — کہیں لینے کے دینے نہ پڑ جائیں۔"

وہ ہمت کر کے اندر گھس گئے اور ڈاکٹر کو باہر کھینچ لائے — وہ مکمل طور پر بے ہوش تھا — اسے ہوش میں لانے کی کوشش کی گئی — اس کے نائب نے اسے ایک انجکشن دیا، تب کہیں جا کر اس نے آنکھ کھولی:

" مم — میں کہاں ہوں۔"

" آپ اپنے کلینک میں ہی ہیں۔"

" مم — مجھے کیا ہوا تھا؟"

" روح نے آپ پر فائر کیا تھا — لیکن وہ فائر گولی کا نہیں — دھوئیں کا تھا — آپ بے ہوش ہو گئے۔"

" لیکن آپ لوگ بھی تو اندر تھے — آپ کیوں بے ہوش نہیں ہوتے۔"

" ہم ایسے موقعوں پر سانس روک لینا جانتے ہیں۔"

ڈاکٹر نے انھیں گھور کر دیکھا۔

"عجیب بات یہ ہے کہ آپ کے ملازمین نے روح کو اندر داخل ہونے سے کیوں نہیں روکا؟"

"کیا مطلب — کیا اندر کوئی اور بھی داخل ہوا تھا — آپ لوگوں کے بعد؟"

"ہاں! بالکل۔" ڈاکٹر نے کہا۔

"لک — کون — کون اندر داخل ہوا تھا؟"

"خیال کیا جاتا ہے — کہ وہ ایک بھٹکتی ہوئی روح ہے۔" محمود نے کہا۔

"اوہ — نہیں — ہم نے کسی کو اندر داخل ہوتے نہیں دیکھا۔"

"حیرت ہے — کمال ہے — پھر مجھے اور انھیں روح کیوں نظر آتی رہی؟"

"یہ ہم کیا جانیں۔"

"اچھا جناب! ہم تو چلتے ہیں۔"

"لیکن سوال یہ ہے کہ روح کس طرح اندر داخل ہوگئی، اسے اندر داخل ہوتے کسی نے کیوں نہیں دیکھا — کیا آپ اس بات کی کوئی وضاحت کر سکتے ہیں؟"

"روح سے ملاقات ہونے پر اس سے پوچھیں گے اور پھر آپ کو بتائیں گے۔" فاروق مسکرایا۔

اور تینوں انھیں حیران پریشان چھوڑ کر باہر نکل آئے:

"یہ معاملہ تو خود ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔"

"ہاں! نہیں آیا — اس کے لیے پورے کلینک کا جائزہ لینا ضروری ہے — آؤ کوشش کر دیکھتے ہیں۔"

وہ کلینک کے پچھلی طرف آئے — ایک پائپ کے ذریعے چھت پر پہنچے — چھت کا بغور جائزہ لیتے ہوئے وہ ڈاکٹر کے کمرے کی چھت پر آ گئے — اس جگہ نیچے برآمدہ موجود تھا — اور اس جگہ بھی لوہے کا ایک پائپ نیچے جا رہا تھا — ڈاکٹر کے ملازمین برآمدے کے دوسری طرف رہتے تھے — دروازہ کھول کر برآمدے تک نہیں آتے تھے — صرف مریض کو اندر بھیج دیتے تھے — مریض برآمدے سے ہو کر کمرے کے دروازے تک پہنچتا تھا — کمرے کا دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہو جاتا تھا — سرجال کی روح نے بس اتنا ہی کیا تھا — کہ پائپ کے ذریعے برآمدے میں اتر گئی — اور کمرے میں داخل ہو گئی —

مسئلہ سمجھ میں آنے پر وہ مسکرا دیے اور واپس آئے:

"یہ روح بھی ہے بہت چلتا پرزہ — ہم سے بھی دو ہاتھ آگے۔"

"کہیں یہ سچ مچ روح ہی تو نہیں ہے۔"

"ارے نہیں۔ کسی نے سرجال کی روح کا بھیس بدلا ہے۔"

"ہمیں اب گھر چلنا چاہیے۔ وہاں ابا جان آ چکے ہوں گے۔ سارے حالات ان کے سامنے رکھ کر ان سے مشورہ کریں گے۔ اُمید ہے۔ مفید مشورہ دیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ چلو پھر۔"

وہ گھر کی طرف روانہ ہوتے۔

"اوہو! یہ میں کیا دیکھ رہی ہوں۔" فرزانہ چونک اُٹھی۔

"ہمیں بھی دکھا دو۔ تاکہ ہم بھی چونکیں۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"ڈاکٹر قاضی جان کی کار آندھی اور طوفان کی طرح ہم سے آگے جا رہی ہے۔ آخر یہ حضرت کہاں جا رہے ہیں، ان کے کلینک کے باہر تو ابھی بہت سے مریض موجود تھے، یہ ان سب کو چھوڑ کر کہاں بھاگ رہے ہیں۔"

"آؤ۔ دیکھتے ہیں۔" محمود بولا۔

"بس۔ پہنچ چکے ہم گھر۔"

"بھئی اس روح کی مدد کرنے کو جی چاہ رہا ہے۔ ورنہ بے چاری نہ جانے کب تک بھٹکتی رہے گی۔ قاتل تک پہنچنا

اس کے بس کی بات نہیں ہے۔" محمود مسکرایا۔

"ہاں! یہ تو خیر ہے۔"

"اب مجھے کیا معلوم تھا۔ تم دونوں روحوں کے اتنے ہمدرد ہو۔"

"چلو خیر۔ اب تو معلوم ہو گیا۔"

"ہاں! لہٰذا مجھے نیچے اُتار دو۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"کیوں! یہ کیا بات ہوئی۔" فرزانہ کے لہجے میں حیرت تھی۔

"روحوں کے ہمدردوں سے مجھے کوئی ہمدردی نہیں۔ لہٰذا میں گھر جاؤں گا۔"

"اتارو بھئی اسے۔ شاید یہ حضرت سمجھتے ہیں۔ ہم اس کے بغیر کوئی کام نہیں کر سکتے۔"

"اچھی بات ہے۔" محمود نے منہ بنایا اور کار روک دی۔

فاروق نے دروازہ کھولا اور لگا نیچے اُترنے۔

"ہائیں۔ تم تو سچ مچ نیچے اُتر رہے ہو۔"

"تو تم کیا سمجھے تھے۔ میں جھوٹ موٹ اُتر رہا ہوں۔"

"اچھا تمہاری مرضی۔" محمود نے منہ بنایا اور فاروق اُتر گیا۔

کار آگے بڑھ گئی۔ اگلی کار ابھی انھیں نظر آ رہی تھی۔

"حیرت ہے۔ یہ فاروق کو آج ہو کیا گیا۔"

"کوئی بات سوجھ گئی ہو گی۔ ورنہ نہ تو فاروق بزدل

ہے اور نہ کام چور — ہاں خود کو بزدل اور کام چور ظاہر
ضرور کرتا ہے۔"

"خیر چھوڑو — اور یہ ڈاکٹر کی کار تو شہر سے باہر جانے
والی سڑک پر مڑ گئی ہے۔"

"ضرور کوئی چکر ہے — کہیں اس سارے معاملے میں
اس ڈاکٹر کا ہاتھ نہ ہو۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔" فرزانہ نے فوراً کہا۔

"کیوں — ہونے کو اس دنیا میں کیا نہیں ہو سکتا۔"

"بھئی ڈاکٹر قاضی جان کو تو بلایا ہی اس لیے گیا تھا
کہ اس وقت ڈاکٹر عنایت نہیں مل سکے تھے — لہٰذا اس
کا ہاتھ اس معاملے میں کس طرح ہو سکتا ہے۔"

"ہمیں یہ بھی چیک کرنا چاہیے تھا کہ اس روز ڈاکٹر عنایت
فارغ تھے یا کہیں گئے ہوئے تھے — میرا مطلب ہے —
سرجال کی موت کے وقت سے کچھ پہلے ڈاکٹر عنایت کو
فون کیا گیا ہو گا۔"

"خیر — ذرا اس تعاقب سے فارغ ہو لیں — پھر یہ
بھی معلوم کریں گے۔"

"اگلی کار نظروں سے اوجھل ہوا چاہتی ہے — رفتار بڑھا دو
محمود۔" فرزانہ بولی۔

محمود نے رفتار بڑھا دی، لیکن فوراً ہی اسے بریک
لگانا پڑے — آگے سڑک پر کوئی رکاوٹ نظر آ رہی تھی،
قدرے نزدیک ہونے پر انھوں نے دیکھا — سڑک کے
بیچوں بیچ دو بڑے بڑے پتھر اس طرح رکھ دیے گئے
تھے کہ کوئی گاڑی گزر نہ سکے —

اور پھر جونہی پتھروں کے پاس محمود نے گاڑی روکی،
ان پر فائرنگ شروع ہو گئی —

کیا ہو رہا ہے

دونوں فوری طور پر نیچے جھک گئے۔ گولیاں گاڑی کے شیشے توڑتے ہوئے آگے نکل گئیں:

"ارے باپ رے۔ فرزانہ۔ ان کا پروگرام تو بہت خوفناک لگتا ہے۔ یہ جگہ بھی سنسان ہے۔ جلد کسی کار کے گزرنے کے امکانات نہیں ہیں۔ لہٰذا یہ لوگ اطمینان سے ہم پر گولیاں برسا سکتے ہیں۔"

"اگر یہ لوگ اطمینان سے گولیاں برسا سکتے ہیں تو ہم بھی اطمینان سے مقابلہ کر سکتے ہیں۔" یہ کہہ کر فرزانہ نے اپنا پستول نکال لیا۔ محمود بھی اتنے میں پستول نکال چکا تھا۔

دونوں نے جوابی فائرنگ شروع کر دی، لیکن جلد ہی ان کے پاس گولیاں ختم ہو گئیں۔ جب کہ دشمنوں کے پاس شاید پورا سٹاک تھا۔

"حیرت ہے۔ اب تک کوئی گاڑی نہ ادھر سے آئی نہ

اُدھر سے۔" محمود بڑبڑایا۔

"اس طرف آگے گھنا جنگل ہے۔ اور سڑک ختم ہونے والی ہے۔ لہٰذا اس طرف کوئی کس لیے آئے گا۔ یہ تو ہم ہیں جو چلے آئے ہیں۔" فرزانہ مسکرائی۔

"فاروق اچھا رہا۔ کار سے اُتر گیا۔"

"ہم جانتے ہیں۔ تم لوگوں کے پاس گولیاں ختم ہو گئی ہیں، لہٰذا اب تم ہاتھ اُوپر اُٹھائے باہر نکل آؤ۔ ورنہ ہم گاڑی پر بم مار کر تم سب کو گاڑی سمیت ختم کر سکتے ہیں۔ اگر تمھیں اس بات میں شک ہو کہ ہمارے پاس بم کہاں ہوں گے تو ہم نمونے کے طور پر ایک بم دوسری طرف گرا رہے ہیں۔ دھماکا خود سُن لو۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی ایک بہت زور دار دھماکا ہوا، ان کے دل لرز گئے۔ اس وقت دوسری طرف سے کہا گیا:

"کیوں! یقین آگیا یا نہیں؟"

"ہاں! آگیا۔" محمود نے تھکے تھکے انداز میں کہا۔

"تب پھر کار سے باہر نکل آؤ۔ ہاتھ اُوپر اُٹھے ہوئے ہوں۔"

"اچھی بات ہے۔ ہم آ رہے ہیں۔"

دونوں کار کا دروازہ کھول کر باہر نکل آئے۔ آواز

چونکہ درختوں کی طرف سے آ رہی تھی — اس لیے — وہ اسی سمت میں بڑھ گئے۔

"بہت خوب! آگے بڑھتے رہو — اچھے بچوں کی طرح — ارے — تمھارا تیسرا ساتھی کہاں ہے؟"

"تیسرا ساتھی گھر چلا گیا — وہ تھک گیا تھا۔"

"یہ جھوٹ بول رہے ہیں — بہت زیادہ چالاک ہیں نا — تیسرے کو ضرور کار میں ہی چھپا آئے ہیں — تاکہ بعد میں وہ انھیں چھڑانے کے لیے کچھ کر سکے۔"

"اوہ ہاں! اپنے تیسرے ساتھی کو بلاؤ — ورنہ ہم بہت بُری طرح پیش آئیں گے۔"

"وہ راستے میں اُتر گیا تھا — یقین نہیں تو کار کی تلاشی لے لو۔"

"ٹھیک ہے — تم پوری طرح ہماری زد پر ہو — اگر کار سے گولی چلائی گئی تو تم دونوں نہیں بچو گے۔"

"کار سے گولی کس طرح چلائی جا سکتی ہے — جب کہ کار میں کوئی ہے ہی نہیں۔" محمود نے جل کر کہا۔

اور پھر کار کی تلاشی لی گئی:

"نہیں سر — کار میں کوئی نہیں ہے۔"

"پھر تیسرا راستے میں اُتر گیا ہو گا — یہ بہت بُرا ہوا۔"

"لہٰذا اب تم، ہم دونوں کو بھی چھوڑ دو — ورنہ اور بُرا ہو گا۔"

"بکو مت — تم دونوں کے ذریعے ہم اپنے کئی کام نکالیں گے — آگے چلتے رہو۔"

حملہ آور ابھی تک انھیں نظر نہیں آئے تھے — غالباً وہ ان کے بارے میں بہت کچھ جانتے تھے — پوری احتیاط کر رہے تھے — درختوں کی اوٹ سے کام چلا رہے تھے۔

انھیں کافی دیر تک چلنا پڑا، تب کہیں جا کر درختوں کے جھنڈ میں چھپی ایک عمارت انھیں نظر آئی — اس عمارت کے دروازے پر دو مسلح آدمی کھڑے تھے — انھیں دیکھتے ہی انھوں نے اپنی رائفلیں ان کی طرف تان دیں۔

"ارے — کدھر چلے آ رہے ہو؟"

"انھیں ہم لا رہے ہیں جنگو۔" ایک آواز اُبھری۔

"اوہ سر — آپ ہیں — تب تو ٹھیک ہے۔" اس نے کہا۔

اور پھر وہ اندر داخل ہو گئے — انھوں نے دیکھا — وہ دو کمروں کا ایک چھوٹا سا مکان تھا — لیکن کمرے بہت بڑے تھے — انھیں ایک کمرے میں لے جایا گیا، یہاں دس کے قریب غنڈے موجود تھے، لیکن جانا پہچانا کوئی چہرہ بھی نہیں تھا — یہاں تک کہ ڈاکٹر قاضی جان بھی

نظر نہ آیا۔

"آپ لوگ ہمیں یہاں کس لیے لائے ہیں؟"

"تم لوگوں کا اچار ڈالیں گے۔"

"واقعی بہت لذیذ چیز کا ارادہ کیا ہے۔ مزا آ جائے گا۔" محمود نے منہ بنایا۔

"فکر نہ کرو۔ تمھارے گھر بھی بھیج دیں گے۔"

"آپ لوگوں کو تکلیف کیا ہے؟" محمود نے جل کر کہا۔

"تکلیف ہمیں نہیں۔ تمھیں ہے۔ جو گڑے مُردے اکھاڑتے پھر رہے ہو۔ پانچ سال پہلے جب ایک آدمی مر چکا ہے تو اب اس کے بارے میں معلومات کیا حاصل کرتے پھرتے ہو۔"

"یہ کام ہم نے نہیں۔ سرجال کی روح نے شروع کیا ہے۔ اس سے پوچھیں۔" محمود نے منہ بنایا۔

"اس روح سے بھی پوچھیں گے۔ فکر نہ کرو۔ وُہ بھی یہاں بہت جلد لائی جائے گی۔"

"جب آپ کا پروگرام اس سے پوچھنے کا ہے تو پھر ہمیں کیوں لائے ہیں۔ بس اسی سے پوچھ لیتے۔" فرزانہ مسکرائی۔

"تم نچلے نہیں بیٹھ رہے تھے نا۔ اس لیے۔"

"تو کیا ہم اب نچلے بیٹھ جائیں گے؟"

"اُچھلو کودو۔ دوڑو بھاگو۔ لیکن اس عمارت کے اندر۔"

"اب ہمیں اس بات میں کوئی شک نہیں رہ گیا کہ پانچ سال پہلے سرجال کو قتل کیا گیا تھا۔"

"چلو اچھا ہے۔ تمھیں یقین تو ہوا۔ لیکن اب تم کیا کرو گے۔ اس یقین کا فائدہ کیا ہوا۔"

"مرتے وقت یہ اطمینان لے کر مریں گے کہ ہم نے ایک شخص کے قاتل کا پتا لگانے کی کوشش کرتے ہوئے جان دی۔"

"پتا لگا لیا؟"

"نہیں۔ لیکن شاید لگا ہی لیں۔"

"میں باس سے کہوں گا۔ تم لوگوں کو جان سے مارنے سے پہلے ساری کہانی سُنا دے۔"

"شکریہ۔ اور ہم آپ کے باس کا بھی شکریہ ادا کریں گے۔" محمود نے خوش ہو کر کہا۔

"باس کو تمھارے شکریے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"اوہ اچھا! یہ بات ہمیں معلوم نہیں تھی۔" محمود نے چونک کر کہا۔

عین اس وقت باہر ایک تیز چیخ گونجی۔ وہ چونک گئے۔

"یہ ـــ یہ کیا ہوا؟" ان کے منہ سے نکلا۔

عین اس وقت دوڑتے قدموں کی آواز سنائی دی اور ایک پہرے دار اندر داخل ہوا ـــ اس کی آنکھوں میں خوف ہی خوف تھا۔

"کیا بات ہے ـــ یہ چیخ کی آواز کیسی تھی؟"

"کسی چھپے ہوئے دشمن نے وار کیا ہے ـــ راجو مارا جا چکا ہے ـــ دوسرا فائر ہونے سے پہلے میں نے اندر کی طرف دوڑ لگا دی ـــ ورنہ میں بھی مارا جاتا۔"

"اوہ! شاید ان لوگوں کے ساتھی آ گئے ہیں ـــ ان کا تیسرا ساتھی جا کر مدد لے آیا ہے۔" وہاں موجود دس میں سے ایک نے کہا۔

"یہی بات ہے، لیکن ہم انھیں دیکھ لیں گے۔"

اور پھر وُہ چھت پر چڑھ گئے ـــ محمود اور فرزانہ کو انھوں نے باندھ دیا تھا ـــ اوپر جا کر انھوں نے چاروں طرف کا جائزہ لیا، لیکن دُور دُور تک کوئی بھی نظر نہ آیا:

"یہاں تو کوئی بھی نہیں ہے۔"

"پھر راجو کو گولی کس نے ماری؟"

"خیر ـــ ایک ایک فائر چاروں طرف کرو۔"

چار فائر کیے گئے ـــ لیکن دوسری طرف سے کوئی فائر

نہ کیا گیا:

"کہیں ایسا تو نہیں ـــ خود تم سے راجو پر گولی چل گئی ہو ـــ اور اب تم بات بنا رہے ہو۔"

"نہیں ـــ ایسا نہیں ہے سر ـــ میری رائفل کی نال کو سونگھ کر دیکھ لیں۔"

اس نے رائفل کو سونگھ کر دیکھا، پھر بولا:

"نہیں! اس میں سے بارود کی بُو نہیں آ رہی۔"

"اب آپ نیچے چل کر دیکھ لیں ـــ گولی اس کے دل کے آس پاس یا ٹھیک دل پر لگی ہے ـــ ورنہ وُہ ایک گولی سے مرنے والا نہیں تھا۔"

"آؤ دیکھیں۔"

وُہ نیچے آئے ـــ محمود اور فرزانہ اسی طرح بندھے پڑے تھے ـــ وہ دروازے کی طرف بڑھے ـــ دروازہ کھلا تھا اور کھلے دروازے میں سے لاش صاف نظر آ رہی تھی ـــ گولی واقعی ٹھیک دل پر لگی تھی اور کپڑوں پر بارود کا نشان بھی نہیں تھا ـــ گویا گولی دور سے چلائی گئی تھی:

"یہ یہاں کھڑا تھا نا؟"

"ہاں استاد۔"

"اس کا مطلب ہے ـــ گولی اس طرف سے چلائی گئی

ہے ۔ آؤ ۔ دیکھتے ہیں ۔"

" لیکن اس طرح آگے بڑھنا خطرناک ہو گا ۔"

" ہاں ! یہ بھی ہے ۔ ارے ہاں ۔ ایک منٹ ٹھہرو ۔" استاد نے کہا اور کچھ سوچنے لگا ، پھر بولا :

" ان دونوں کو اٹھا لاؤ ۔"

" جو اندر بندھے پڑے ہیں ۔"

" ہاں " ! اس نے فوراً کہا ۔

محمود اور فرزانہ کو اٹھا کر دروازے پر لے آیا گیا :

" یہ تمہارے بھائی اور بہن ۔ اس وقت ہمارے قبضے میں ہیں ۔ بندھے ہوئے ہیں ۔ اگر تم ہاتھ اوپر اٹھا کر ہمارے سامنے نہیں آ گئے تو ہم انہیں گولیوں سے چھلنی کر دیں گے ۔"

" واہ استاد ۔ اسے کہتے ہیں ترکیب ۔" ایک ساتھی نے خوش ہو کر کہا ۔

جواب میں دوسری طرف کچھ نہ ہوا تو وہ پھر بلند آواز میں بولا :

" اگر ایک منٹ کے اندر اندر تم سامنے نہ آئے تو ہم فائرنگ کر دیں گے ۔"

وہ انتظار کرنے لگے ۔ اچانک ایک درخت پر سے آواز

سنائی دی :

" میں آ رہا ہوں ۔"

آواز فاروق کی تھی ۔ محمود اور فرزانہ مسکرانے لگے ، لیکن پھر فوراً ہی ان کی مسکراہٹ بجھ گئی ۔ اس لیے کہ وہ بھی تو ان کے قابو میں آ گیا تھا ۔

" بہت خوب ! یہ ہوئی نا بات ۔" استاد بولا ۔

اور پھر فاروق نے کافی اونچائی سے نیچے چھلانگ لگا دی ۔ نیچے گرنے کے بعد اٹھتے ہی اس نے پستول نیچے گرا دیا اور ہاتھ اوپر اٹھا دیے ۔ لیکن اس کے ہاتھ میں اب بھی کوئی چیز تھی ۔

" اور یہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے ؟"

" صرف ایک قلم ۔ کیا اس سے بھی تم خطرہ محسوس کر رہے ہو ۔ کہو تو یہ بھی پھینک دوں ۔"

" نہیں ۔ آ جاؤ ۔" استاد نے کہا ۔

" آ رہا ہوں ۔"

" لو بھئی ۔ ان کا تیسرا ساتھی بھی گرفتار ہو گیا ۔ اب تو باس کی طرف سے بڑا انعام ملے گا یا نہیں ؟"

" ہاں کیوں نہیں ۔ باس نے بھی تو کہا تھا ۔ اگر ہم نے ان تینوں کو گرفتار کر لیا اور غائب کر دیا تو ایک بڑا

انعام وہ ہمیں دے گا۔"

"بس تو پھر آگیا مزا۔"

فاروق ان کے نزدیک آتا چلا گیا۔

"اپنے ہاتھ کمر پر کر لو، تاکہ ہم تمھیں بھی باندھ سکیں۔"

"اس کی ضرورت نہیں — میں بہت سیدھا سادا سا لڑکا ہوں۔" فاروق مسکرایا۔

"ہم جانتے ہیں — تم کتنے سیدھے ہو۔ ہاتھ پیچھے کر لو۔"

"اچھی بات ہے۔" یہ کہہ کر فاروق نے قلم منہ میں دبا لیا اور اپنے ہاتھ پیچھے کر لیے —

"قلم جیب میں کیوں نہیں رکھ لیتے — منہ میں کب تک لیے رہو گے۔" استاد نے جھلا کر کہا۔

"جی بہتر!" یہ کہہ کر اس نے قلم کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا۔

"بس بس — تم ہاتھ پیچھے ہی رکھو — میں خود قلم منہ سے نکال کر جیب میں لگا دیتا ہوں۔"

"جی بہتر!" فاروق بولا۔

استاد آگے بڑھا — اس نے ہاتھ قلم کی طرف کیا اور پھر اس کے منہ سے ایک بھیانک چیخ نکل گئی —

"کک — کیا ہوا جناب — خیر تو ہے۔" فاروق کانپ گیا۔

"اُلّو کے پٹھے — یہ تم نے کیا کر دیا ہے۔"

"تم — میں نے — نہیں تو — میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔"

"یہ — میری آنکھیں کیوں نہیں کھل رہی ہیں — پکڑو اسے، پہلے یہ میری آنکھوں کو ٹھیک کرے گا — اس کے بعد ہم ان سے کوئی بات کریں گے۔"

ان میں سے تین اسے پکڑنے کے لیے آگے بڑھے — لیکن ان تینوں کے منہ سے چیخیں نکل گئیں —

"آپ لوگوں کو ہو کیا گیا ہے جناب — آپ چیخ کیوں رہے ہیں۔" فاروق نے گھبرا کر کہا۔

"پکڑ لو اسے — ورنہ یہ ہم سب کو بے کار کر دے گا۔" اُستاد نے چلّا کر کہا۔

باقی لوگ فاروق کی طرف دوڑ پڑے، لیکن جو اس کے نزدیک گیا — وہ چیخ مار کر پیچھے ہٹ گیا — اور پھر وہ سب بے کار ہو گئے — فاروق نے فاتحانہ انداز میں اپنے ہاتھ آگے کر لیے —

"بے چارے میرے ہاتھ باندھنے چلے تھے — خود بندھ گئے، بلکہ ہمیں تو انھیں باندھنے کی بھی ضرورت نہیں رہی — یہ آنکھیں کھولنے کے قابل ہوں گے تو ہمارے خلاف کچھ کر سکیں گے نا — زندہ باد پروفیسر انکل زندہ باد — کیا چیز بنا کر دی ہے — دیکھنے میں ایک معمولی سا قلم — اور اس کا کلپ

دبانے سے ایک اس قدر تیز شعاع نکلتی ہے کہ سامنے والا وقتی طور پر اندھا ہو جاتا ہے۔ اب یہ لوگ دو گھنٹے سے پہلے تو دیکھ نہیں سکیں گے۔"

"خیر کوئی بات نہیں۔ سُن تو سکیں گے نا۔" محمود بولا۔

"اوہ! یہ آواز تو محمود بھائی کی ہے۔ ہائیں تو تم یہاں ہو۔ کمال ہے۔ خط تو لکھ دیا ہوتا۔"

"یار اِدھر اُدھر کی نہ مارو، یہ بتاؤ۔ ابا جان ملے یا نہیں؟"

"تو تم یہ سمجھ رہے ہو کہ میں پہلے گھر گیا تھا۔ تب میں یہاں کس طرح پہنچ سکتا تھا۔ میں تو تم لوگوں کا تعاقب کرتے ہوئے یہاں تک پہنچا ہوں۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے نکلا۔

"یہاں کیا ہو رہا ہے؟"

ایک تیز آواز اُبھری۔

گڑھا تیار ہے

انھوں نے مُڑ کر دیکھا، درمیانے سے قد کا ایک آدمی سیاہ لباس پہنے کھڑا نظر آیا، اس کی آنکھیں تک چھپی ہوئی تھیں:

"ارے باپ رے۔ یہ۔ یہ تو کوئی بھوت لگتا ہے۔" فاروق گھبرا گیا۔

"لگتا ہے نہیں۔ یہ بھوت ہی ہے۔" محمود نے منہ بنایا۔

"ارے۔ یہ۔ تم لوگوں کو کیا ہوا۔ سب کے سب لمبے لیٹے ہوئے ہو۔ اور یہ کون ہیں بچے؟"

"ہم اب اتنے بچے بھی نہیں ہیں۔"

"باس ہوشیار۔ بہت خطرناک ہیں یہ بچے۔"

"خطرناک۔ اور یہ بچے۔ اماں جاؤ۔"

"کہاں جائیں باس۔ ہماری آنکھوں کا تو کباڑا ہو گیا ہے۔"

"کیوں کیوں۔ کیا ہوا؟"

"ان میں سے ایک نے اپنے قلم کے ذریعے ہمیں اندھا کر

دیا ہے ۔ نہ صرف اندھا، بلکہ شدید تکلیف میں بھی مبتلا کر دیا ہے۔"

"قلم کے ذریعے بھی بھلا کسی کو اندھا کیا جا سکتا ہے؟"

"اس میں سے تیز شعاع نکلتی ہے ۔ پتا نہیں ، وہ قلم کیا بلا ہے؟"

"اے خبردار ۔ ہمارے قلم کو بلا کہہ رہے ہو ۔ دماغ چلا دوں گا تمھارا۔" فاروق غرّایا۔

"چپ رہو ۔ تم سب اس وقت میری مٹھی میں ہو۔"

"ارے باپ رے ۔ اتنی بڑی مٹھی۔" فاروق گھبرا گیا۔

"دکھانا بھائی ۔ اپنی مٹھی ۔ ذرا ہم اپنے آپ کو اس میں دیکھ لیں۔"

"حد ہو گئی ۔ یہ آخر چیزیں کیا ہیں؟"

"پتا نہیں باس ۔ اب آپ آ گئے ہیں ۔ آپ ہی ان سے سمجھ لیں۔"

"یار کیوں ڈراما کر رہے ہو ۔ سب کچھ تو جانتے ہو ۔ اب سیدھی سیدھی بات کرو۔" محمود نے جھلا کر کہا۔

"ڈراما ۔ کیسا ڈراما؟"

"ہمیں تعاقب کے بہانے یہاں تک جان بوجھ کر لایا گیا۔"

"اوہو اچھا ۔ تو تم یہ بات سمجھ گئے ہو۔"

"یہ کوئی بات ہے ۔ جو آدمی سمجھ نہ سکے۔"

"چلو خیر کوئی بات نہیں ۔ اب کام کی بات شروع کر لیتے ہیں ۔ تم تینوں نے دراصل گڑے مُردے اکھاڑنے شروع کر دیے تھے ۔ یعنی سرجال کے مُردے کو ۔ لہٰذا ہم نے سوچا ، تم لوگوں کو بھی کیوں نہ سرجال کے پاس پہنچا دیا جائے ، تاکہ تم اس کے پاس جا کر اطمینان سے تفتیش کرتے رہو۔"

"اوہ تو سرجال کو تم نے اُوپر پہنچایا تھا؟"

"ہاں ! یہی بات ہے ۔ اسے قتل کیا گیا تھا ۔ بس ہو گیا تمھارا اطمینان۔"

"ہاں شکریہ بہت بہت ۔ تم بہت نیک ہو ۔ اللہ تمھیں اس نیکی کا اجر دے۔" فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"ہائیں ہائیں ۔ دماغ تو نہیں چل گیا۔" محمود بھنّا اُٹھا۔

"کک ۔ کیوں ۔ کیا ہوا؟"

"ارے احمق ۔ اپنے دشمن کو ۔ اس دشمن کو جو ہمیں موت کے گھاٹ اتار دینا چاہتا ہے ۔ تم دعا دے رہے ہو۔" اس نے کہا۔

"تو کیا ہوا ۔ میری دعا کون سا لگ جائے گی۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"اب تم سے کون مغز مارے؟"

"اگر تم مغز مار مار کر تھک چکے ہو تو ان لوگوں کو مارنے دو، تم ایک طرف ہو جاؤ۔"

"اب بتاؤ، تم نے اب تک کیا معلوم کیا ہے؟"

"بس بہت جلد ہم قاتل کو پکڑنے والے تھے۔"

"کون ہے بھلا سرجال کا قاتل — اور اسے کیوں قتل کیا گیا تھا؟"

"ابھی ہمارا کام باقی ہے — تم لوگ اگر ہمیں یہاں نہ لے آتے تو ہم کیس مکمل کر لیتے۔"

"اسی خوف کے پیشِ نظر ہم تمہیں یہاں لے آئے ہیں۔"

"بہرحال! اس کیس میں ڈاکٹر قاضی جان نے تم لوگوں کا ساتھ دیا تھا — زہر کے کیس کو اس نے ہارٹ فیل کا کیس لکھ دیا تھا — اسے کیا کچھ دیا گیا، یہ تو بتا دیں ذرا۔"

"اوہ! تو تم اس حد تک اندازہ لگا چکے ہو۔"

"ہاں! ظاہر ہے — نہ لگاتے اندازہ۔" محمود نے منہ بنایا۔

"اور کیا کیا اندازے لگاتے ہیں، یہ بھی بتا دو — ارے ارے — خبردار — آگے نہ سرکو — میرے ہاتھ میں بہت خطرناک پستول ہے — اور میں تم لوگوں کو جان سے مار ڈالنے کی سوچ چکا ہوں — لہٰذا کوئی لحاظ کیوں کرنے لگا۔"

"یہ تو ہم جانتے ہیں — اب تم کوئی لحاظ نہیں کرو گے — لیکن اس سے پہلے ساری بات تو بتا دو۔"

"ہا ہا — تو تم ابھی تک ساری بات نہیں جان سکے — ویسے جس قدر جان چکے ہو، ہمارے لیے اتنی بھی بہت خطرناک ہوتی۔"

"ہم باقی بات بھی معلوم کر لیتے — اگر یہاں نہ آ جاتے۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"بے چارے — محمود، فاروق اور فرزانہ — انسپکٹر جمشید کو پتا بھی نہیں کہ کہاں ہوں گے اور کس حال میں ہوں گے۔"

"تم ایک بات بھول رہے ہو۔ ابھی وہ روح رہتی ہے۔"

"روح — اسے بھی پکڑ کر ابھی لایا جاتا ہے — فکر نہ کرو — اس روح کی بچّی کو بھی تم لوگوں کے ساتھ دفن کراؤں گا۔"

"ارے باپ رے — روح کے ساتھ — مارے گئے پھر تو — وہ تو ہمیں قبر میں بھی چین نہیں لینے دے گی۔" فاروق گھبرا گیا۔

"ہاں! اسی لیے تو یہاں لائے ہیں۔"

عین اس وقت قدموں کی آواز سنائی دی۔

"لو — شاید روح آ گئی۔"

ان کی نظریں کمرے کے دروازے کی طرف اٹھ گئیں ۔ سرجال کی روح چلی آ رہی تھی ۔ اس کے چہرے پر شدید گھبراہٹ تھی ۔

" لو ۔ وہ آ گئی تمھاری روح "۔

" ہماری نہیں ۔ سرجال کی روح "۔ محمود نے منہ بنایا۔

" چلو یونہی سہی "۔

روح کے پیچھے چار غنڈے تھے ۔ ان کے ہاتھوں میں پستول تھے ۔

" یہ لیں باس ۔ روح حاضر ہے "۔

" بہت خوب گڈو ۔ تم بھی کمال کے آدمی ہو ۔ پہلے انھیں لے آئے اور اب اسے بھی ۔ باندھ دو ان سب کو ۔ تاکہ گڑھا کھودنے کے دوران یہ کوئی شرارت نہ کر سکیں "۔

" بہت بہتر باس "۔

ان سب کو باندھا جانے لگا ۔ اس کے بعد انھوں نے پستول جیب میں رکھ لیے ۔

" ہاں ! اب گڑھا کھودنا شروع کرو اور انھیں زندہ دفن کر دو ۔ تاکہ نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری "۔

" لیکن باس ۔ اس روح کا اصلی چہرہ تو دیکھ لینے دیں "۔

" بھئی دیکھ لینا دفن کرنے سے پہلے "۔

" کیا آپ جانتے ہیں ، یہ کون ہے ؟ "

" نہیں ۔ نہ مجھے جاننے کی ضرورت ہے ۔ تم ضرورت محسوس کر رہے ہو تو میں بھی تمھارے ساتھ دیکھ لوں گا ۔ ویسے ابھی تک انھیں اصل معاملے کی ہوا تک نہیں لگی ۔ صرف اتنی بات انھوں نے معلوم کر لی ہے کہ سرجال کو قتل کیا گیا تھا ۔ اور اس قتل کے سلسلے میں ہم نے ڈاکٹر قاضی جان سے مدد لی تھی "۔

" اوہ ۔ اچھا ۔ لیکن یہ بات بھی بہت خطرناک ہے ۔ اس بات کی بنیاد پر تو یہ ہمیں گرفتار کرا سکتے تھے "۔

" ہاں ! اسی لیے یہ یہاں نظر آ رہے ہیں "۔

" اب تو مارے سسپنس کے ہمارا بھی برا حال ہونے لگا ہے ۔ مہربانی فرما کر اصل بات بھی بتا دیں "۔

" نہیں ۔ اصل بات تم مرنے کے بعد بھی معلوم نہیں کر سکو گے "۔

" بھئی اتنی بھی کیا زیادتی "۔ فرزانہ نے منہ بنایا۔

" ہاں ! ان کے ساتھ تھوڑی سی زیادتی ہونی چاہیے ۔ یعنی زندہ دفن کر دینے والی ۔ میرا خیال ہے باس ۔ انھیں بتا ہی دیتے ہیں "۔

"نہیں — ہرگز نہیں۔" باس نے سخت لہجے میں کہا۔

اور پھر گڑھا کھودا جانے لگا — گڑھا کہیں اس مکان کے پچھلی طرف کھودا جا رہا تھا — کھودنے کی آوازیں ان کے کانوں سے ٹکرانے لگیں:

"روح صاحبہ — یہ آوازیں سُن رہی ہو؟"

"ہاں!" اس نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"کیا تم جانتی ہو — اصلی بات کیا ہے؟"

"نہیں — اگر جانتی ہوتی تو ان سب کو پھانسی پر نہ لٹکوا دیتی۔"

"اب بھی تم نے کون سی کسر چھوڑی ہے۔" سیاہ پوش نے جھلا کر کہا۔

"آپ فکر نہ کریں — ہم مرنے کے بعد پُرسکون ہو جائیں گے — یہ تو مرنے کے بعد بھی سکون سے نہیں رہیں گے — کیونکہ جو لوگ دُوسروں کے لیے گڑھا کھودتے ہیں — وہ خود اس میں گرتے ہیں — آپ دیکھ لیجیے گا — یہ سب خود اس گڑھے میں گریں گے اور ہم بال بال بچ جائیں گے۔"

"مرنے سے پہلے شاید تم لوگوں کا دماغ چل گیا ہے۔" سیاہ پوش ہنسا۔

"ارے میاں جاؤ — دماغ چل گیا ہوگا تمہارا — اور

نہیں تو کیا۔" فاروق نے جھلا کر کہا۔

"رُوح صاحبہ — تم ہمیں تو کم از کم اپنا نام بتا دو۔" فرزانہ نے دبی آواز میں کہا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔" محمود نے چونک کر کہا۔

"کیا کیسے ہو سکتا ہے؟"

"یہ کہ یہ صرف ہمیں بتا دیں — سیاہ پوش صاحب بھی سُن لیں گے۔"

"بھئی ہمارے کان کہاں چلے گئے ہیں۔"

"ہوں اچھا — بھئی — اپنا کان ادھر — میرا مطلب ہے، اپنا منہ ادھر لے آؤ — اور ہمارے کانوں میں باری باری بتا دیں کہ آپ کون ہیں۔"

"ہاں ہاں بتا دو — مجھے کوئی اعتراض نہیں — میں تو ویسے بھی تمہارے چہرے سے یہ میک اپ دُور کر کے اصلی چہرہ دیکھ لوں گا۔"

"تو تم یہ بات جان چکے ہو کہ میں میک اپ میں ہوں۔"

"ہاں بالکل — یہ بات تو میں نے پہلے روز ہی جان لی تھی، جب اخبار میں خبر پڑھی تھی۔" سیاہ پوش بولا۔

گڑھا کھودے جانے کی آوازیں مسلسل آ رہی تھیں — اور ان کے دل دھک دھک کر رہے تھے — رسیاں اس قدر

سختی سے باندھی گئی تھیں کہ ابھی تک ان میں سے کوئی
ایک بھی کھولنے کے قابل نہیں ہو سکا تھا۔ اگرچہ وہ مسلسل
کوشش کر رہے تھے۔

"لیکن میں اپنا منہ کس طرح آپ کے کانوں تک لاؤں۔
میں تو بندھا پڑا ہوں۔"

"بندھا پڑا ہوں یا بندھی پڑی ہوں۔" فرزانہ نے حیران
ہو کر کہا۔

"میں اپنے آپ کو روح نہیں کہہ سکتا۔ آپ کہہ سکتے ہیں۔"
اس نے مسکرا کر کہا۔

"چلو ایک بات تو طے ہوئی۔ یہ کہ تم سرجال کی روح نہیں
ہو۔" فاروق بولا۔

"ہاں! نہیں ہوں۔ میں نے یہ ڈراما ان لوگوں کو بوکھلا
دینے کے لیے رچایا تھا۔ میرا خیال تھا کہ ان لوگوں
نے سرجال کو مار ڈالا ہے۔ اور اس موت میں ڈاکٹر
قاضی جان کا بھی ہاتھ ہے۔ اس لیے میں نے ایسا کیا۔"

"لیکن آپ نے اتنی مدت بعد ایسا کیوں کیا۔ آپ سرجال
کی موت کے فوراً بعد بھی تو ایسا کر سکتے تھے۔"

"اس وقت میں نے سوچا تھا، اتنا بڑا ڈاکٹر غلط سرٹیفکیٹ
کیسے دے سکتا ہے، لیکن پھر میں نے اخبار میں دو تین

واقعات پڑھے۔ جن میں ڈاکٹر قاضی جان کا نام سننے میں
آیا۔ بس پھر میں اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے
لگ گیا۔ میرے وسائل نہ ہونے کے برابر تھے۔ مجھے
کسی کی مدد حاصل نہیں تھی۔ میں یہ کام بالکل تنہا
کر رہا تھا۔ کسی سے ذکر کرتے ہوئے بھی ڈرتا تھا۔
میں سوچا کرتا تھا، اگر سرجال کو قتل کیا گیا ہے اور قاتل
کو یہ پتا چل گیا کہ اس بارے میں میں شک میں مبتلا ہوں
اور کھوج لگانے کی کوشش کر رہا ہوں تو وہ میری جان لینے
کی سر توڑ کوشش کرے گا؛ چنانچہ اس طرح بہت مدت گزر
گئی اور میں الجھن میں مبتلا رہا۔ کہ کیا کروں اور کیا نہ کروں،
دراصل میں اور سرجال بہت گہرے دوست تھے۔ اور اس
کی موت سے مجھے بہت صدمہ پہنچا تھا۔ اور میرا دل پکار پکار
کر کہتا تھا۔ یہ ضرور قتل کا معاملہ ہے۔ قدرتی موت نہیں
ہے۔ اور پھر میں نے سرجال کی روح بننے کا فیصلہ کر لیا
اس بارے میں بھی میں نے بہت سی معلومات حاصل کیں،
تب کہیں جا کر میں نے یہ قدم اٹھایا۔ ویسے کیا آپ
اب تک اندازہ لگا چکے ہیں کہ میں کون ہیں۔"

"ہاں! ہم بتا سکتے ہیں۔ یہ کوئی مشکل بات نہیں۔"
محمود نے مسکرا کر کہا۔

" کمال ہے — بھلا کیسے ؟

" پہلے یہ سُن لیں کہ آپ کون ہیں"۔ فاروق بولا۔

" اچھا بتایئے"۔

" آپ انوار خان ہیں — میں نے غلط تو نہیں کہا؟" محمود نے کہا۔

" کمال ہے — آپ نے تو واقعی مجھے پہچان لیا"۔

" یہ ہمارے لیے مشکل نہیں تھا — اس لیے کہ ہمیں بتایا گیا تھا کہ آپ کسی زمانے میں ڈراموں میں بھی کام کرتے رہے ہیں — ڈراموں میں کام کرنے والے میک اَپ کے ماہر ہو جاتے ہیں — آپ نے شاید ضرورت سے زیادہ مہارت حاصل کی ہو گی — تبھی سرجال کا میک اَپ کرنے میں کامیاب ہوئے ہوں گے — دوسری بات یہ کہ آپ ہمیں اور تو ہر جگہ اور ہر موقعے پر نظر آئے — لیکن نظر نہ آئے تو انوار صاحب کے ہاں — وہاں آپ نظر کیسے آ سکتے تھے — آپ تو خود انوار تھے"۔ محمود یہاں تک کہہ کر رک گیا۔

" آپ لوگ واقعی جاسوس ہیں"۔ انوار نے کہا۔

" لیکن چند گھڑیوں کے مہمان ہیں"۔ سیاہ پوش نے ہنس کر کہا۔

" اب — اب ہمارا کیا ہو گا — یہ تو ہمیں زندہ در گور کرنے پر تُل گئے ہیں"۔

" آپ فکر نہ کریں — زندگی اور موت خدا کے ہاتھ ہے — یہ لوگ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے"۔ محمود بولا۔

" سوال یہ ہے کہ ان لوگوں نے سرجال کو کیوں مار ڈالا ؟ یہ کون ہیں ؟"

" ڈاکٹر قاضی جان کو گرفتار کر لیں گے — ہر بات معلوم ہو جائے گی"۔

" واہ — ڈاکٹر قاضی کو گرفتار کر لیں گے — جیسے یہاں سے یہ سیدھے گھر ہی تو چلے جائیں گے"۔ سیاہ پوش ہنسا۔

" مہربانی فرما کر آپ ہی ہمیں بتا دیں — آپ نے مسٹر سرجال کو کیوں ہلاک کیا تھا"۔

" بتا دوں"۔ اس نے شریر انداز میں کہا۔

" ہاں ! بتا دیں — آپ کی مہربانی ہو گی — ہم اُلجھن سے نجات پا جائیں گے اور اگر ہمارا وقت آ گیا ہے تو مرتے وقت کوئی اُلجھن لے کر نہیں مریں گے"۔

" کیوں دوستو — بتا دیں انھیں"۔ سیاہ پوش ہنسا — کمرے میں اس کے ساتھ ابھی پانچ ساتھی موجود تھے — باقی گڑھا کھود رہے تھے —

"بتا دیں۔ ہمارا کیا جاتا ہے۔"

"سرجال کو ایک دن شکار کے دوران ایک غار میں سے ایک بہت بڑا خزانہ ملا تھا۔ اس قدر بڑا کہ تم لوگ سوچ بھی نہیں سکتے۔"

"اچھا تو پھر؟" وہ چونک گئے۔

"پھر یہ کہ خزانہ دیکھنے کے فوراً بعد وہ سیدھا میرے پاس آیا — اور اس خزانے کے بارے میں مشورہ مانگا۔"

"اور تم نے اس غار کے بارے میں اس سے پوچھنے کے بعد اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔"

"ہاں! جب اس نے ساری بات بتا دی تو میں نے اس سے کہا کہ ابھی اس بات کا ذکر کسی سے نہ کرو — پہلے ہم غور کر لیں — وہ گھر چلا گیا — اور پھر میں اس کے گھر پہنچ گیا — میں نے زہریلی سوئی اس کے جسم میں اتار دی — ڈاکٹر قاضی کو فون کیا — اس سے معاملات پہلے ہی طے ہو چکے تھے — اس نے آ کر دل کے دورے کا سرٹیفکیٹ لکھ دیا۔"

"لیکن کیوں — اسے موت کے گھاٹ اتارنے کی ضرورت کیا تھی — خزانے میں تم اسے بھی حصے دار بنا سکتے تھے۔"

"دراصل سرجال سارا خزانہ حکومت کے حوالے کرنے کے حق میں تھا — اس کا خیال تھا کہ خزانہ اپنے پاس رکھ

کر ہم ہمیشہ پریشان رہیں گے — وہ تو اسی وقت حکومت کو اطلاع دینے پر تلا ہوا تھا — میں نے بڑی مشکل سے اسے صبح تک ٹھہر جانے پر رضامند کیا۔"

"تو یہ تھی کہانی — اب پتا چلا چکر کا۔"

"چلو اب تو تمھاری الجھن دور ہو گئی — اب تو تم سکون سے مر سکو گے نا۔"

"ابھی ایک بے چینی اور ہے۔" محمود مسکرایا۔

"اور وہ کیا؟"

"یہ کہ آپ کون ہیں — اب ذرا اپنے چہرے سے یہ سیاہ لباس ہٹا دیں — تاکہ معلوم ہو — نقاب کے پیچھے کون ذاتِ شریف ہیں۔"

"خیر — ہم تمھیں گڑھے میں گرانے سے پہلے تمھاری یہ خواہش بھی پوری کر دیں گے — اور کہو۔"

"جی بس — اور کیا کہیں — آپ بہت اچھے باس ہیں — کاش آپ لانچ میں آ کر اپنے دوست کا کام تمام نہ کرتے — ارے ہاں — ہم تو ڈاکٹر صاحب کا تعاقب کرتے ہوئے یہاں تک آئے تھے — وہ یہاں نظر نہیں آئے۔"

"وہ تمھیں یہاں تک پہنچا کر اپنے کلینک پر چلے گئے تھے — اپنے حصے کا کام کرنے کے بعد انھیں یہاں ٹھہرنے کی ضرورت

نہیں تھی۔"

"اور ڈاکٹر صاحب کو کتنا حصّہ ملا؟"

"سارا خزانہ میں نے قبضے میں لے لیا تھا۔ ان سب کو اس میں سے بہت کافی دولت دے دی تھی۔ اب بھی جب یہ ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ لے لیتے ہیں۔ ان پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ اور خزانہ جلد ختم ہونے والا ہے نہیں۔"

"اور تم نے وہ خزانہ رکھا کہاں ہے؟"

"ہوٹل کے نیچے ایک تہ خانے میں۔"

"باس! گڑھا بالکل تیار ہے۔"

اس کے ایک ساتھی نے اندر آ کر کہا۔

انسپکٹر جمشید

باس نے ان کی طرف دیکھا اور مسکراتے ہوئے بولا:

"بہت خوب! یہ لوگ بھی گڑھے میں گرنے کے لیے بالکل تیار ہیں۔"

"ہمیں گڑھے میں دفن کرنے کے بعد تم بہت پچھتاؤ گے مسٹر باس۔"

"کیوں — اور کیسے؟"

"ہمارے والد تم تک ضرور پہنچ جائیں گے اور پھر تمہارا جو انجام ہو گا۔ اس سے دُنیا بھر کے جرائم پیشہ کانپ اُٹھیں گے۔" محمود بولا۔

"وہ بے چارے مجھ تک نہیں پہنچ سکتے۔ انھیں اگر تمہارے بارے میں معلوم ہوتا تو کب کا یہاں آ چکے ہوتے۔" باس نے کہا۔

"تم انھیں نہیں جانتے۔ ان کا طریقہ ذرا مختلف ہے۔"

" تو کیا وہ اس وقت آئیں گے — جب ہم تمھیں دفن کر چکے ہوں گے۔"

" نہیں — اس سے [illegible] پہلے۔"

" خیر بھئی — د[illegible] ہیں — وہ آتے ہیں یا نہیں۔"

" اور میں ان [illegible] رہا کب ہوں بے وقوف انسان۔"

انسپکٹر جمشید کی آواز سنائی دی — وہ سب بُری طرح اُچھلے۔ ان کے چہروں پر خوف دوڑ گیا اور محمود، فاروق، فرزانہ کے چہروں پر خوشی کی بجلی چمک اُٹھی :

" وہ مارا۔"

" خبردار — ہم بھون کر رکھ دیں گے۔" باس گرجا۔

" ضرور رکھ دو — ہم اُٹھا لیں گے۔" محمود ہنسا۔

" کک — کیا اُٹھا لیں گے؟"

" جو یہ بھون کر رکھ دیں گے۔"

" اس خیال میں نہ رہنا — کہ تم فائر کرنے کی پوزیشن میں ہو — تمھارے ہر آدمی کے پیچھے ایک گن مین موجود ہے، اگر یقین نہیں تو سر گھما کر دیکھ سکتے ہو — بس اس سے زیادہ حرکت کی تو پھر ہم فائرنگ کر دیں گے۔"

باس نے سر گھمایا — اور انسپکٹر جمشید کو بالکل درست پایا — ان کے ہاتھ اوپر اُٹھتے چلے گئے —

" ساری کہانی ختم ہو گئی — بس صرف باس کا چہرہ دیکھنا باقی رہ گیا — باس صاحب اب اپنے چہرے سے یہ سیاہ لباس ذرا خود ہی ہٹا دیں۔" فاروق نے شوخ آواز میں کہا۔

اسی وقت انسپکٹر جمشید سامنے آ گئے اور پھر سیاہ پوش اور اس کے ساتھیوں کا اسلحہ لے لیا گیا۔

" آپ کب آئے ابا جان؟"

" جونہی تم گھر سے نکلے — میں گھر پہنچا — اور یہ جاننے کے لیے کہ تم کس مہم پر نکلے ہو، میں نے دو سادہ لباس والے تمھارے پیچھے لگا دیے — تاکہ تم کسی مصیبت میں پھنس جاؤ تو اطلاع تو مل سکے — ورنہ میں نے انھیں ہدایات دی تھیں کہ تمھارے کسی معاملے میں ٹانگ نہ اڑائیں — صرف اس وقت مجھے اطلاع دیں، جب تم بالکل پھنس جاؤ — لہٰذا سادہ لباس والے اس بات سے باخبر رہے کہ تم کہاں ہو اور کیا کر رہے ہو — جب تم لوگ یہاں پہنچے تو مجھے بتایا گیا کہ تم اندر پھنس گئے ہو — چنانچہ میں بھی یہاں پہنچ گیا۔"

" بہت خوب — آپ نے کمال کر دیا — ایک لحاظ سے آپ ہر موڑ پر ہمارے ساتھ تھے، لیکن پس منظر میں۔" فاروق نے فوراً کہا۔

"ہاں! تم یہ بھی کہہ سکتے ہو۔"

"تب پھر اس کے چہرے سے کپڑا ہٹائیں، تاکہ ہم گھر جا سکیں اور امّی جان کو بتا سکیں کہ ہم ہر طرح سے فارغ ہو کر کھانا کھانے کے لیے تیار ہیں۔"

"نقاب اتارنے کی بھی ضرورت نہیں — میں ویسے ہی بتا سکتا ہوں۔"

"اوہ — تو آپ جان چکے ہیں — مجرم کون ہے۔"

"ہاں! مجھے تمام کارروائی کا علم ہے، اس لیے نتیجہ نکال چکا ہوں۔"

"بالکل پرانے زمانے کے سراغرسانوں کی طرح — وہ جو ایک کمرے کے اندر بیٹھے بیٹھے سارا کیس حل کر دیتے تھے۔"

"ہاں! تم یہ بھی کہہ سکتے ہو۔" وہ مسکرائے۔

"چلیے پھر بتائیے — یہ کون ہے؟"

"بہتر یہ رہے گا کہ یہ خود اپنے منہ سے بتائے۔ بتاؤ بھئی — تم کون ہو؟"

اس نے کوئی جواب نہ دیا — شاید جواب دینے کے لیے اس کے پاس کچھ رہ ہی نہیں گیا تھا۔

"یہ اب نہیں بولے گا — اس لیے کہ اس نے جو گڑھا ہمارے لیے کھودا تھا — یا یوں کہہ لیں کہ اس نے جو

گڑھا پانچ سال پہلے سرجال کے لیے کھودا، اب اس میں یہ خود بھی گرے گا — سچ ہے — جو جیسا کرے گا — ویسا بھرے گا۔"

"ویسے کیا تم اب تک اندازہ لگا پائے ہو؟"

"جی ہاں!" فرزانہ نے کہا۔

"چلو پھر پہلے تم بتاؤ — یہ کون ہے؟"

"محمود! پہلے تم بتاؤ۔" فرزانہ نے کہا۔

"م — مجھے شرم آتی ہے — فاروق پہلے تم بتاؤ۔"

"م — مجھے گھبراہٹ ہوتی ہے — فرزانہ پہلے تم ہی بتا دو۔" فاروق مسکرایا۔

"پتا نہیں، مجھے کیا ہو جاتا ہے — اب میں پہلے کس طرح بتاؤں۔"

"تم تینوں اس کا نام لکھ کر مجھے دے دو۔" انسپکٹر جمشید نے جھلّا کر کہا۔

"ہاں! یہ ٹھیک رہے گا۔"

"بلکہ میں بھی لکھ دیتا ہوں۔"

"ہاں! یہ ٹھیک رہے گا۔"

انھوں نے مجرم کا نام کاغذوں پر لکھ کر کاغذ ان کی طرف بڑھا دیے — انھوں نے نام پڑھا اور مسکرا دیے،

پھر اپنا کاغذ ان کی طرف بڑھا دیا۔ انھوں نے بھی نام پڑھا اور مسکرا دیے۔

چاروں نے ایک ہی نام لکھا تھا اور وہ نام تھا ہاران کا۔ وہ مجرموں کو لے کر ہوٹل کی طرف چل پڑے، کیونکہ اس کے تہ خانے سے اصل چیز بھی تو حاصل کرنا تھی۔

—خاص نمبر—

قیامت کے باغی

○ وقت سے بیس روز پہلے یعنی یکم جون کو دفتر میں تیار ہو کر آ جائے گا—

○ آپ کو یہ خاص نمبر ۵ جون کو گھر بیٹھے مل جائے گا—

○ آپ پہلی فرصت میں ایک خط لکھ دیں، تاکہ آپ کی کاپی محفوظ ہو جائے—

○ خاص نمبر آپ کو گھر بیٹھے صرف ۷۰/۰۰ روپے کا ملے گا، گویا ۱۰/۰۰ روپے کم قیمت پر—

○ خاص نمبر جلد والا بھی تیار کرایا جا رہا ہے۔ مجلّد ناول کی قیمت ۸۵/۰۰ روپے ہو گی اور وہ دفتر سے منگوانے والوں کو ۷۵/۰۰ روپے کا پڑے گا—

○ جلد والا خاص نمبر صرف دفتر سے ہی مل سکے گا۔ سٹالوں پر نہیں رکھا جائے گا—

آئندہ خاص نمبر کی ایک جھلک

قریباً ایک ہزار صفحات کا خاص نمبر

۲۰ جون سے پہلے پڑھیے

قیمت : ۸۰/۰۰ روپے

بتیسواں خاص نمبر

محمود، فاروق، فرزانہ، انسپکٹر جمشید، آفتاب، آصف، فرحت، انسپکٹر کامران مرزا اور شوکی برادرز کی مشترکہ مہم

—ناول نمبر ۵۷۸—

قیامت کے باغی

مصنّف : اشتیاق احمد

○ اس بار خاص نمبر وقت سے بہت پہلے شائع کرا لیا جائے گا۔ تاکہ پاکستان بھر کے بک سٹالوں پر ۲۰ جون سے بھی پہلے ہر قاری کو پڑھنے کو مل سکے۔

○ قریباً ایک ہزار صفحات کا خاص نمبر۔

○ سُنہری چٹان سے کم اور باقی تمام خاص نمبروں سے بڑا خاص نمبر۔

○ گویا ایک بار پھر اشتیاق احمد ریکارڈ قائم کر رہے ہیں۔

○ اس لحاظ سے بھی کہ سنہری چٹان دو جلدوں میں شائع کیا گیا تھا۔

○ قیامت کے باغی کا دوسرا نام باطل قیامت کا دُوسرا حصّہ اور تیسرا نام باطل قیامت کی واپسی ہو سکتا تھا۔

○ دشمن نے اس بار ایک انتہائی ہولناک منصوبہ بنایا تھا اور اس کے لیے ایک ہولناک ترین شخص کو ان کے مقابلے میں لاکھڑا کیا تھا۔

○ اور ان کے لیے سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ پُوری دُنیا میں اس خوفناک آدمی کو کسی نے بھی نہیں دیکھا تھا۔

○ دُنیا میں ایک آدمی بھی ایسا نہیں تھا۔ جو یہ کہہ سکتا تھا کہ ہاں، اس نے ابطال کو دیکھا ہے۔

○ ابطال۔ جو کسی کو نظر نہیں آتا تھا۔ اور طاقت ور اس قدر کہ اس نے آپ کے کرداروں کے چھکے چھڑا دیے۔

○ اس قسم کی شکست سے وہ زندگی میں پہلے کبھی دوچار نہیں ہوئے تھے۔

○ ابطال کو شکست دینے کا ان کے پاس کوئی طریقہ نہیں تھا۔

○ شوکی کے شہر پر پورے شہر جتنا بڑا پتھر آسمان سے آتا نظر آیا اور شہر سے کچھ اونچائی پر رک گیا۔ ایسے میں اعلان کیا گیا۔ جو لوگ عیسائی ہو جائیں گے، وہ اس پتھر سے بچ جائیں گے۔ باقی سب لوگ پتھر کے نیچے دب جائیں گے۔

○ پورے شہر نے عیسائیت قبول کر لی، لیکن چند ایک نے انکار کر دیا۔ ان چند ایک میں شوکی برادرز بھی تھے۔ پھر پتھر ان پر آ گرا اور وُہ اس کے نیچے دب گئے۔

○ پوری دُنیا کے مسلمانوں میں زبردست کھلبلی۔ شہر کے شہر ہی نہیں، مُلک کے مُلک عیسائی بنتے چلے گئے۔

○ ان حالات میں آپ کے محبوب کرداروں نے بغاوت کا اعلان کیا۔

○ تینوں ٹیمیں تین مختلف راستوں پر مختلف حالات کا شکار

ہو کر نکلیں۔

○ ڈھائی ہزار سال پُرانی ایک کتاب کی دریافت۔

○ دُنیا کے سب سے طویل غار میں سے ملی۔

○ اس غار میں جب انسپکٹر کامران مرزا پارٹی داخل ہوئی تو کیا ہوا۔

○ رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے آپ کے۔

○ اور رونگٹے ہی کیا۔ سٹیاں تک گم ہو جائیں گی۔

○ عیسائی دُنیا کا اعلان کہ مسیح (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) دُنیا میں آچکے ہیں اور اس وقت بیت المقدس میں ہیں۔

○ پوری دُنیا کے لوگ مسیح کا دیدار کرنے کے لیے ٹوٹ پڑے۔

○ ایک بہت بڑا اژدھا ان کے استقبال کے لیے تیار تھا۔

○ اور انھیں غار کے دُوسرے سرے پر جانا تھا۔

○ غار میں ایک تہ خانے کی دریافت۔ لیکن تہ خانے میں کیا تھا۔

○ ایک بار پھر رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے۔

○ شوکی کے شہر کے جنگل پر جب پتھر گرا تو وہاں صرف پتھر نظر آ رہا تھا اور سب کچھ غائب ہو چکا تھا۔

○ ابطال کا ہیڈکوارٹر کہاں تھا۔ سوائے ابطال کے کسی کو معلوم نہیں تھا۔ لیکن ابطال کہاں تھا۔ یہ بھی

کوئی نہیں جانتا تھا۔

○ فرزانہ نے ایسے میں ایک ترکیب بتائی۔

○ وُہ ترکیب انھیں کہاں لے گئی۔ کیا وُہ ابطال کا سُراغ لگا سکے۔

○ تینوں پارٹیوں کی ملاقات کن حالات میں ہوئی۔

○ حالات نے انھیں کس طرح جکڑا۔

○ انھوں نے خود کو کس حد تک مجبور اور بے بس محسوس کیا۔

○ پوری دُنیا عیسائی بن چکی تھی۔ اور وُہ عیسائی دُنیا کے درمیان چکراتے پھر رہے تھے۔

○ ابطال کا شیطانی ذہن انھیں خوب چکر پر چکر دینے پر تلا ہوا تھا۔

○ تمام بڑے مجرموں کی یاد کو بھلا دینے والا مجرم ابطال۔

○ جیرال سے زیادہ طاقت ور۔ کالی آنکھ سے زیادہ ذہین، لی کاف سے زیادہ خطرناک۔ سی مون سے زیادہ چال باز۔

○ اور پھر ان سب باتوں سے بڑھ کر یہ کہ اسے آج تک کسی نے دیکھا نہیں تھا۔

○ پھر کیا آپ کے کردار اسے دیکھ سکے۔

○ اس کا مقابلہ کر سکے۔

○ وُہ کہاں تھا۔

○ اس سے ان کی مُلاقات کہاں ہوئی۔

○ یہ خاص نمبر آپ کی زندگی کا سب سے اہم خاص نمبر ثابت ہو گا۔

○ ابطال جب ان کے سامنے آیا تو کیا ہوا۔

○ آپ سکتے میں رہ جائیں گے۔

○ اور جب ان سب کو گرفتار کر کے نقلی مسیح کے سامنے پیش کیا گیا۔

○ وہاں اس وقت لاکھوں کا مجمع تھا۔

○ وہ سب لوہے کے پنجروں میں بند تھے۔

○ نقلی مسیح نے لاکھوں کے مجمعے کو حکم دیا۔ سب لوگ پتھر ہاتھوں میں اُٹھا لیں اور انھیں مارنا شروع کریں۔

○ ان کے پنجروں پر پتھروں کی بارش شروع ہو گئی۔ وہ اس بارش میں دفن ہوتے چلے گئے۔

○ ان پنجروں کو توڑنے کے لیے انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا تک پورا زور لگا چکے تھے، لیکن کامیاب نہیں ہو سکے تھے۔

○ بیت المقدس کے ایک ہوٹل میں جب وہ پہنچے۔ تو

انوکھے واقعات پیش آئے۔

○ خطرات کسی دیو کی طرح منہ کھولے کھڑے تھے۔

○ اس ہوٹل کے ایک کمرے میں انھیں ایک عجیب چیز نظر آئی۔

○ اس عجیب چیز نے پروفیسر داؤد کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ وہ عجیب چیز کیا تھی۔

○ مارے حیرت کے ان سب کا بُرا حال ہو گیا۔

○ ایک نئی اور دلچسپ صورتِ حال۔

○ غار کے دُوسرے سرے سے نکل کر انسپکٹر کامران مرزا پارٹی کہاں پہنچی۔

○ جیری گوم سے ملیے۔

○ وہ انشارجہ کا سب سے بڑا سائنس دان تھا۔

○ تینوں پارٹیاں جب اس کی تلاش میں نکلیں۔ تو کیا ہوا۔

○ برف کی ایک وادی میں جب آپ کے کرداروں کو موت اور زندگی کی جنگ لڑنا پڑی۔

○ اس جنگ کے مناظر آپ کو بھی لرزا دیں گے۔ بلکہ آپ کو بھی دانتوں پسینہ آ جائے گا۔

○ آپ نے اس قسم کی جنگ پہلے کبھی پڑھی ہوگی، نہ

سُنی ہو گی۔

- اس جنگ کے دوران انسپکٹر جمشید نے ایک عجیب بات نوٹ کی۔
- اور وہ عجیب ان کے لیے ایک نیا پیغام لائی۔
- آپ کو وہ پیغام پڑھ کر ضرور خوشی ہو گی۔
- جب موت پروفیسر داؤد پر بھرپور انداز میں جھپٹی۔ تو...
- انسپکٹر جمشید موت اور پروفیسر داؤد کے درمیان آگئے۔
- سنسنی خیز ترین لمحات۔ آپ کے اوپر کے سانس اوپر اور نیچے کے نیچے رہ جائیں گے۔
- نقلی مسیح پر کیا گزری۔ انھوں نے اس سے کس طرح مقابلہ کیا۔
- خاص نمبر کی کتابت شروع ہو چکی ہے۔ جب آپ یہ جھلکیاں پڑھ رہے ہوں گے۔ اس وقت تک ان شاءاللہ خاص نمبر کی طباعت شروع ہو چکی ہو گی۔ اور اس طرح وقت سے بہت پہلے ناول تیار ہو کر دفتر میں آجائے گا۔ اپنے آرڈر جلد نوٹ کروائیں۔
- براہ راست منگوانے والوں کو پہلے ارسال کیا جائے گا۔
- کمپیوٹر کتابت۔ خوب صورت سرورق۔
- قیمت خاص نمبر: ۸۰ روپے۔ قیمت مجلد خاص نمبر: ۸۵ روپے

آیندہ ناول کی ایک جھلک

محمود، فاروق، فرزانہ

اور۔ انسپکٹر جمشید سیریز ۴۶

جنگل کا قانون

مصنف: اشتیاق احمد

- خان بہادر شکار کھیلنے جا رہے تھے کہ اچانک چار فائر ہوئے۔
- ان کی چاروں جیپوں کے ٹائر پھٹ گئے، لیکن حملہ آور انھیں کہیں بھی نہ ملے۔
- کوئی ان کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گیا تھا، لیکن کیوں؟
- انھوں نے اپنی مدد کے لیے انسپکٹر جمشید کو بلوا لیا۔
- خان بہادر کے گھر کے لوگ تمام کے تمام عجیب و غریب تھے۔
- اس ناول کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ آپ آخر تک یہ اندازہ نہیں لگا سکیں گے کہ یہ چکر کیا ہے۔
- ۲۰ جون کو پڑھیے۔ قیمت: دس روپے۔

آیندہ ناول کی ایک جھلک

محمود، فاروق، فرزانہ

اور ـــ انسپکٹر جمشید سیریز ۴۷

ہولناک لمحے

مصنف : اشتیاق احمد

- انسپکٹر جمشید کو صدرِ مملکت کا ایک فون موصول ہوا ـــ
- فون حد درجے عجیب تھا، سنسنی خیز تھا ـــ
- صدر صاحب ایک عجیب مصیبت میں مبتلا ہو گئے تھے ـــ
- انسپکٹر جمشید، محمود، فاروق اور فرزانہ کے ساتھ وہاں پہنچے تو ایک عجیب صورتِ حال نے انھیں گھیر لیا ـــ
- انھیں دو راستوں میں سے ایک راستا چننا تھا، لیکن دونوں راستے انھیں تباہی کی طرف لے جاتے تھے، پھر انھوں نے کیا کیا ـــ
- ۲۰ جون کو پڑھیے ـــ قیمت : دس روپے ـــ

آیندہ ناول کی ایک جھلک

محمود، فاروق، فرزانہ

اور ـــ انسپکٹر جمشید سیریز ۴۸

آخری خواہش

مصنف : اشتیاق احمد

- پھانسی پانے والے ایک شخص کی آخری خواہش حد درجے عجیب تھی ـــ
- ایک شخص کی کہانی جو محبت، نفرت اور انتقام کی آگ میں جل رہا تھا ـــ
- آپ آخر تک یہ نہ جان سکیں گے کہ قاتل کون تھا۔ یہ میرا دعویٰ ہے، جو غلط بھی ہو سکتا ہے ـــ
- اس گھر کے سبھی افراد عجیب وغریب تھے ـــ
- آخر میں سنسنی خیز انکشاف ـــ
- ۲۰ جون کو پڑھیے ـــ قیمت : دس روپے ـــ

آئندہ ناول کی ایک جھلک

محمود، فاروق، فرزانہ

اور — انسپکٹر جمشید سیریز ۴۹

خونی پہاڑیاں

مصنف: اشتیاق احمد

○ وہ خان رحمان کے گھر پہنچے تو ظہور کان پکڑے کھڑا تھا —

○ خان رحمان کا ملاقاتی ایک سنسنی خیز خبر لایا تھا —

○ محمود، فاروق اور فرزانہ کو خان رحمان کے ساتھ خونی پہاڑیوں تک جانا پڑا —

○ لیکن وہاں ان کے لیے قدم قدم پر موت تھی —

○ آپ کے کردار حیرت انگیز کام دکھاتے نظر آئیں گے —

○ ایک خوفناک کہانی —

○ ۲۰ جون کو پڑھیے — قیمت: دس روپے —

آئینِ بے وفائی

مصنف: اشتیاق احمد

○ "آئینِ بے وفائی" صرف ایک ناول نہیں — ایک حقیقت ہے — سو فی صد حقیقت —

○ لیکن یہ حقیقت کس کی ہے — آپ کے محبوب مصنف کی یا اس کے کسی عزیز کی — یہ تو آپ "آئینِ بے وفائی" پڑھ کر ہی اندازہ کر سکیں گے —

○ جن لوگوں نے ناول پڑھا، ان کی آرا آپ ناولوں کے آخر میں پڑھ سکتے ہیں —

○ پہلی فرصت میں پڑھنے کے قابل ناول — آپ ایک بار شروع کرنے کے بعد ہاتھ سے نہیں رکھ سکیں گے —

○ اور آپ کو یہ بات تسلیم کرنا پڑے گی — یہ ناول مصنف نے اپنے خون سے تحریر کیا ہے —

○ اپنے بک سٹال یا لائبریری سے طلب کریں — کہیں نہ ملے تو دفتر سے رعایتی قیمت ۷ روپے میں بذریعہ وی پی منگوائیں۔

خاص نمبر
دلدل کا سمندر
مصنف : اشتیاق احمد
ایک ہنگامہ آرا اور سنسنی خیز ناول ۔
آپ ایک خط لکھ کر بذریعہ وی پی براہ راست
ادارے سے منگوا سکتے ہیں ۔
سٹالوں پر ارسال نہیں کیا جا رہا ۔
قیمت : پچھتر روپے ۔
اشتیاق پبلی کیشنز
9/12 نصیر آباد — مسلم پورہ — سانده کلاں — لاہور

خاص نمبر
باطل قیامت
مصنف : اشتیاق احمد
ایک قیامت خیز ناول ۔
ایک خط لکھ کر بذریعہ وی پی دفتر سے براہ راست
منگوا سکتے ہیں ۔
سٹالوں پر ارسال نہیں کیا جا رہا ۔
قیمت : پچاس روپے ۔

اشتیاق پبلی کیشنز
9/12 نصیر آباد — مسلم پورہ — سانده کلاں — لاہور